ہفت روزہ

احوال

کراچی

بے نظیر

جلد ــــ ۱
شمارہ ــــ ۱۶
۷ دسمبر تا ۱۳ دسمبر ۱۹۸۹ء

اس شمارے میں

قیمت فی کاپی ۷ روپیہ
زرِ سالانہ (پاکستان) ۳۰۰ روپیہ
زرِ ششماہی ــــ ۱۷۵ روپیہ

بیرونِ ملک : سعودی عرب سالانہ ۱۵۰ ریال آسٹریلیا بنگلہ دیش : ۸۰ امریکی ڈالر
کویت
امریکہ ، ۶۰ امریکی ڈالر بھارت ، ۸۰ امریکی ڈالر کینیڈا
متحدہ عرب امارات سالانہ ، ۱۵۰ درہم انگلستان ، ۶۰ امریکی ڈالر
نوٹ : زرِ تعاون پاکستانی کرنسی میں کسی ایسے بینک کے ذریعہ ارسال کریں جس کی شاخ کراچی میں ہو۔

خط و کتابت کا پتہ :
۶۱۲ - یونی شاپنگ سینٹر ،
ریجینسی مال ، عبداللہ ہارون
روڈ صدر کراچی ، رابطہ فون ۵۲۶۴۰۰

پبلشر - محمد احمد صدیقی نے النور پبلیکیشن پرائیویٹ لمیٹڈ کے تحت اے ۔ بی ۔ ایس پرنٹرز سے چھپوا کر ۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر ریجنسی مال شاہراہ عراق صدر کراچی سے شائع کیا۔ ایگزیکٹو ڈائریکٹر : محمد احمد صدیقی

روشنی

قرآن کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔ سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر۔ اس امید پر کہ تم راضی ہو اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لئے دی ہے۔ جیتی دنیا کی تازگی۔ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ۔ کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے۔ ہم تجھے روزی دیں گے اور انجام کا بھلا پرہیزگاری کے لئے۔

سورہ طٰہٰ (آیت ۱۳۰ تا ۱۳۲)

(کنز الایمان)

امام احمد و بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مابین اخلاق کی اسی طرح تقسیم فرمائی جس طرح رزق کی تقسیم فرمائی۔ اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جو اسے محبوب ہو اور اسے بھی جو محبوب نہیں۔ اور دین صرف اسی کو دیتا ہے جو اس کے نزدیک پیارا ہے۔ لہٰذا جس کو خدا نے دین دیا اسے محبوب بنا لیا۔ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو۔ اور مومن نہیں ہوتا جب تک اس کا پڑوسی اس کی آفتوں سے امن میں نہ ہو۔

(بہار شریعت)

عوام پر مہنگائی کی بجلی کیوں گرائی

بجلی و پانی کے وفاقی وزیر سردار فاروق لغاری کے اس بیان نے جس میں کہا گیا ہے کہ بجلی کے نرخوں میں ہونے والا اضافہ آخری اضافہ نہیں بلکہ آئندہ بھی یہ اضافہ ہوتا رہے گا۔ عوام پر سچ مچ بجلی گرادی۔ بجٹ کے موقع پر ہونے والی مہنگائی کے ہاتھوں عوام پہلے ہی سخت پریشان تھے کہ بجلی کے نرخوں کے حالیہ اضافہ نے ان کی رہی سہی قوت خرید بھی ختم کر دی ہے اور بقول وزیر موصوف اگر یہ سلسلہ ایسے ہی جاری رہا تو وہ دن دور نہیں جب لوگوں کی خریدنے کی استطاعت بالکل ہی جواب دے جائے گی۔ مارکیٹیں سامان سے بھری ہوں گی مگر خریدنے والا کوئی نہ ہوگا۔

بجلی کے نرخوں میں یہ اضافہ نیا نہیں بلکہ سال رواں کے آغاز میں ہی یہ کہہ کر بجلی کے نرخوں میں اضافہ کر دیا گیا تھا کہ یہ اضافہ دراصل فیول ایڈجسٹمنٹ چارجز کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

اس کے بعد بجٹ آیا جس میں مصلحتاً بجلی کی مد کو نہیں چھیڑا گیا۔ اور دعویٰ یہ کیا گیا کہ اشیائے ضرورت کی قیمتوں کو بڑھنے نہیں دیا جائے گا۔ لیکن عوام نے دیکھا کہ بجٹ کی منظوری کے فوراً بعد اشیائے خورد و نوش مثلاً آٹا، گھی اور چینی وغیرہ کی قیمتوں میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا جو اب تک جاری ہے۔

بجلی کے نرخوں کا حالیہ اضافہ ہر لحاظ سے عوام کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا۔ کیونکہ عوام کی آمدنی تو جوں کی توں ہے مگر اخراجات زندگی تیزی سے بڑھتے جا رہے ہیں۔ حکومت نے اضافہ کی وجہ یہ بتائی ہے کہ واپڈا کو اپنے ترقیاتی منصوبوں کے لئے رقم کی ضرورت ہے جبکہ واپڈا بیئرر سرٹیفکیٹ فروخت کر کے کافی رقم اکٹھی کر چکا ہے۔ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے واپڈا کو سفید ہاتھی قرار دیا تھا جو کھربوں روپے کی رقم نگل رہا ہے۔ واپڈا کی کارکردگی نے ثابت کر دیا کہ بات بالکل درست تھی۔ خود سردار فاروق لغاری نے اعتراف کیا ہے کہ رشوت کے بغیر کسی صارف کو کنکشن نہیں ملتا۔ واپڈا میں بڑے پیمانہ پر کرپشن ہے جس میں پوری طرح واپڈا کا عملہ ملوث ہے۔ بلکہ اس محکمہ کے اہلکار خود دیہل کرتے ہیں اور صارفین کو غلط کاموں پر اکساتے ہیں۔ بجلی کی چوری میں واپڈا کے لائن مینوں کا نوے فیصد ہاتھ ہوتا ہے۔ وہ رقم لے کر خود بجلی کے میٹر کو سست کر دیتے ہیں۔

بجلی کے نرخوں کا حالیہ اضافہ اسی کرپشن اور بے ایمانی کا نتیجہ ہے۔ واپڈا کو ترقیاتی نہیں بلکہ عام اخراجات کے لئے رقم درکار ہے۔ حکومت کے علم میں تھا کہ وہ واپڈا کو آگے چل کر ایک خطیر رقم کی ضرورت ہو گی مگر اس نے واپڈا کی بددیانت انتظامیہ کو ٹھیک کرنے کے بجائے ان کے کرپشن کا بوجھ عوام پر ڈال دیا۔ کیونکہ حکومت کو اپنے اندرونی جھگڑوں اور مرکز اور صوبوں کے اختلاف در اختلاف کو نپٹانے سے ہی فرصت نہیں ہے۔

اضافہ کی ایک دوسری وجہ آئی۔ ایم۔ ایف کے عالمی ادارے کا دباؤ ہے جسے حکومت نے اندرونی کمزوری کی وجہ سے قبول کر لیا ہے توقع یہ تھی کہ موجودہ حکومت ایک جمہوری اور عوامی حکومت ہے۔ عوام کے ووٹوں کی طاقت اس کی پشت پر ہے وہ اس دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے قرضہ دینے والے عالمی اداروں کی بات نہیں مانے گی مگر ایسا نہ ہو سکا۔

اب بھی وقت ہے کہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف مہنگائی جیسے اہم قومی اور عوامی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے متحد ہو جائیں اور عوام کو اس عفریت سے بچانے کے لئے باہم مل کر منصوبہ بندی کریں۔

محمد احمد صدیقی

فاتح ربوہ

دورِ خلافت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا سر قلم کروایا تھا

مسلمانانِ برصغیر کی ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی ناکام ہو چکی تھی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا دل شکست کے صدمے سے زخمی اور دماغ ناکامی کی چوٹ سے مجروح ہو چکا تھا۔ سیاسی اور سماجی غلامی سے پورے ہندوستان کے مسلمان دوچار تھے۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی جاگیر سمجھ کر یہاں عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی عیسائی پادری عیسائیت کی دعوت و تبلیغ میں سرگرمی دکھانے لگے ان دنوں مذہبی مناظروں کا میدان ہر طرف گرم تھا۔ مسلمانوں پر یاس و ناامیدی کا غلبہ تھا۔ مسلمانوں کو عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی یلغار سے مقابلہ کرنے کے لئے کسی مرد غیب کی تلاش تھی۔ موقعہ غنیمت جان کر قصبہ قادیان ضلع گورداسپور کے مرزا غلام احمد نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بظاہر یہ چیلنج قبول کیا اور دعویٰ کیا کہ عیسائیت کے لئے وہ ایک مدلل کتاب لکھیں گے۔ تحریک احمدیہ کا یہ گمراہ، بدعقیدہ اور بدحواس انسان ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود بن بیٹھا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا اعلان کر بیٹھا۔ اس وقت سے علمائے اسلام نے اس کی تردید اور مخالفت شروع کر دی اور ختم نبوت اور مقام مصطفیٰ میں سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریباً ۷۰ سال کی سخت جدوجہد کے بعد مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے قومی اسمبلی میں جس کے قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو مرحوم تھے ستمبر ۱۹۷۴ء کو ایک قرارداد پیش کی جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ یہ قرارداد مملکت پاکستان کے آئین کا حصہ بن گئی اور اس طرح قادیانیوں کو ہمیشہ کے لئے کافر قرار دے دیا گیا۔

جعلی مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا سر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے قلم کیا گیا تھا۔ اسے حسن اتفاق کہئے یا

> **مرزا بشیر الدین کی چالبازیاں دیکھ کر علامہ اقبال نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا**

سلسلہ صدیقیہ کی کرامات کہ دورِ حاضر کے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی اور اس کے پیروکاروں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سہرا اسی صدیقی گھرانے کے دجل عظیم مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کے سر بندھا ہے جن کا شجرۂ نسب سینتیسویں پشت میں جا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

مرزا غلام احمد انگریزوں کا خیرخواہ اور مسلمانوں کا دشمن تھا اقتدار کا بھوکا تھا۔ دینی اطوار سے تو علمائے کرام نے "قادیانی خباثت" کے سلسلہ میں کافی طبع آزمائی کی ہے۔ ہم تو صرف قارئین کو یہ بتانا چاہیں گے کہ قادیانیوں کے مکر و فریب سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ اور انہوں نے سازشوں کا جال مسلمانوں کے [illegible]

کتنا بچھایا۔ قادیانیوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانی کی ہیں۔ مسلمانوں سے غداری کی انگریز اور ہندوؤں کے وفادار رہے کشمیریوں نے ڈوگرہ راج کے خلاف علم آزادی بلند کیا تو قادیانیوں نے ضلع گورداسپور کو بھارت میں شامل کروا کر

مسلمانوں کو ہندوؤں کا غلام بنا دیا۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ کسی طرح کشمیر پر قبضہ کر لیں اور "قادیانی اسٹیٹ" قائم کر لیں۔ شہاب نامہ میں مرحوم قدرت اللہ شہاب نے نشاندہی کی ہے کہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں ایک میٹنگ کے نتیجہ میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی گئی۔ میٹنگ میں جو حضرات شامل تھے ان میں علامہ اقبال۔ نواب زادہ سر ذوالفقار علی۔ خواجہ حسن نظامی۔ نواب کنج پورہ۔ نواب بانپت سید محسن شاہ خان بہادر شیخ رحیم۔ عبدالرحیم درد سید حبیب۔ اسماعیل غزنوی۔ صاحبزادہ عبداللطیف اور اے۔ آر ساغر کے نام سرفہرست ہیں۔ بدقسمتی سے صدارت مرزا بشیر الدین محمود نے کر ڈالی اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی بن بیٹھے۔ یہ قادیانیوں کی ایک سوچی سمجھی چال تھی۔ صدر بنتے ہی مرزا بشیر الدین نے ہر خاص و عام کو یہ تاثر دینا شروع کر دیا

۳۷ ویں پشت میں صدیقی خاندان کے ایک اجل عظیم مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا

کہ ان کی صدارت میں اس کمیٹی کو قائم کر کے ہندوستان
کشمیر کے سرکردہ مسلمان اکابرین نے ان کے والد مرزا غلام احمد
قادیانی کے مسلک پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس
شرانگیز پروپیگنڈے کے جلو میں قادیانیوں نے انتہائی عجلت
کے ساتھ اپنے مبلغین کو جموں و کشمیر کے طول و عرض میں
پھیلانا شروع کر دیا تاکہ سادہ لوح عوام کو ورغلا کر اپنے
خود ساختہ "نبی" کا حلقہ بگوش بنانا شروع کر دیں۔
مہم کافی کامیاب رہی پونچھ اور شوپیاں میں بہت سے مسلمانوں
نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت
کی آڑ میں مرزا بشیر الدین محمود کی چالبازیاں اور حرکات دیکھ کر
علامہ اقبال نے شملہ والی کشمیر کمیٹی سے اپنی علیحدگی کا اعلان
کر دیا علامہ اقبال کی سرپرستی میں تحریک کی رہنمائی مرزا بشیر الدین
محمود کی کمیٹی سے نکل کر مجلس احرار میں آگئی تو قادیانیوں نے
متوازی خطوط پر اپنی کمیٹی چلانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے
قادیانی عرصہ دراز سے کشمیر پر اپنا تسلط جمانے کا خواب دیکھتے
چلے آئے ہیں۔ ریاست میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی بے
چینی میں انہیں غالباً اس خواب پریشان کی تعبیر نظر آنے لگی لیکن
مجلس احرار نے ان کی یہ امنگیں اور آرزوئیں خاک میں ملا دیا

مہاراجہ کشمیر اور نسیم احمد قادیانی سے کشمیر کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے

[illegible] کو جب کشمیر [illegible] منظور ہوا تو [illegible] کو
آزاد [illegible] جغرافیائی حقائق کے پیش نظر
بھارت و پاکستان سے الحاق کریں
مہاراجہ کشمیر کے [illegible]
نے [illegible] کے ساتھ الحاق کا [illegible]
کر لیا [illegible] کی سرکردگی میں پونچھ [illegible]
[illegible] آزاد کرایا [illegible] پہنچ گیا کشمیر کی
تاریخ [illegible]

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

شکست کے اسباب جو کچھ بھی ہوں لیکن قیاس یہ ہے کہ مقبول
قادیانی نے مجاہدین کے ایک لشکر کو بارہ مولا تک رہنمائی کرنے
کے بہانے اسے طویل اور پیچ دار راستے پر ڈال دیا۔ وہ دشوار
گزار گھاٹیوں میں بھٹکتے رہے اور انتہائی بے بسی اور فیصلہ کن وقت
ہاتھ سے نکل گیا۔ قیاس آرائی یہ بھی کی جاتی ہے کہ بھارتی
ففتھ کالم کے ساتھ قادیانیوں نے گٹھ جوڑ کر لی اور ان کے ایک
منظم گروہ نے اس موقع پر مسلمانوں کے ساتھ غداری کو عملی جامہ
پہنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اصلی آزاد کشمیر
گورنمنٹ تو ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے روز قائم ہوئی تھی لیکن پونچھ
میں جہاد کا رنگ اور رخ بھانپ کر غلام نبی گلکار نامی ایک کشمیری
قادیانی نے بیس روز قبل ہی ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اپنی صدارت
میں آزاد جمہوریہ کشمیر کے قیام کا اعلان کر کے ریاست کشمیر پر
قبضہ کرنا چاہتا تھا ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو گلکار سری نگر پہنچا جہاں
اس کی ملاقات شیخ عبداللہ سے ہوئی۔ قادیانیوں نے جب
دیکھا یہ جنت ارضی بلاشرکت غیرے قادیانیوں کے ہاتھ میں نہیں
آنے والی ہے تو انہوں نے ففتھ کالم کا روپ دھار کر اس
امکان کا ملیا میٹ کر دیا۔ (شہاب نامہ)

اقتدار اور کرسی پر قبضہ کرنے کے لئے قادیانیوں نے
سازشوں کا کوئی ایسا جال نہیں چھوڑا جس کو دنیا [illegible]
حضرت ظفر اللہ خان پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ہوئے
اور اس طرح انہوں نے چن چن کر پوری دنیا میں وزارت
خارجہ کے تحت قادیانیوں کو بھیجا اور اپنے تبلیغی مشن کو
جاری رکھتے ہوئے دنیا کو یہ تاثر دیا کہ جن کا مذہب
ہے جن کا نبی ہے وہی تمام پاکستانیوں کا بھی ہے اپنے
اس دجل میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو گئے۔ اسلئے
کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو پاکستان سے محبت تھی اور وہ
سمجھتے تھے کہ پاکستانیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ لیکن ۱۹۷۴ء
میں مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی،
مولانا ارشد القادری اور پروفیسر شاہ فرید الحق نے ان
کے اس مکروہ چہرہ کا راز فاش کر دیا۔ اور ساری دنیا
کے مسلمان ان کو بے دین اور غیر مسلم سمجھنے لگے۔

قادیانیوں کی جڑیں پاکستان کی حکومت میں بڑی
گہری اور مضبوط ہیں۔ ہر کلیدی عہدہ پر براجمان ہیں یہ
قدرت کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ قادیانی پاکستان کے دشمن
ہیں۔ یہودیوں اور ہندوؤں سے ان کا گٹھ جوڑ ہے۔
تل ابیب میں ان کا تبلیغی ہیڈ کوارٹر ہے۔ پاکستان کے
ان دو دشمنوں سے ان کی دوستی کے رسم و راہ بھی ہے اور
راز و نیاز بھی۔ پھر بھی یہ پاکستان میں فوجی اور سول اداروں
میں اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ بیرونی ممالک میں پاکستان
کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ضلعوں کے کمشنر اور ڈپٹی کمشنر
کے عہدوں پر براجمان ہیں۔ ان کو کلیدی عہدوں سے
ہٹانے کے لئے قانون بھی بن گیا ہے۔ لیکن بے چارہ
قانون ابھی تک تشنہ ہے نافذ العمل کے لئے۔

پاکستان کی طرف سے یو۔ این۔ او کا ایمبیسیڈر نسیم احمد
قادیانی کو منتخب کیا گیا ہے۔ ادھر بھارت نے مہاراجہ
کشمیر کرن سنگھ کو امریکہ کا ایمبیسیڈر بنا کر بھیجا ہے۔ وہ

مرزا بشیر الدین کی چالبازیاں دیکھ کر علامہ اقبال نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے استعفا دیدیا

بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ امریکہ پہنچ چکا ہے۔ مہاراجہ
کو امریکہ کا سفیر بنانے کا واحد مقصد کشمیر پر اس کے قبضہ
کو جائز قرار دینا اور امریکیوں کے ذہن سے ہندوستان
کی طرف سے شک و شبہ کا ازالہ کرنا ہے۔ ادھر نسیم احمد
قادیانی کی گٹھ جوڑ یہودیوں اور ہندوؤں دونوں سے ہے۔
مستقبل میں کیا گل کھلنے والا ہے۔ قادیانی نسیم احمد اور
مہاراجہ کشمیر مل کر کشمیر کے قضیہ کو اور ہندوستان کے قبضہ
کو غالباً قانونی حیثیت دلوانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک بڑی
گہری سازش ہے۔ سیاسی بساط کی ان چالوں کا ممکن ہے
حکومت پاکستان کو علم ہو اور اگر نہیں تو طوفان آنے سے
پہلے بندوبست کر لیا جائے اور قادیانیوں کو ان کے
کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔

محمد علی شکور

سولارز پاکستان میں محترمہ بے نظیر بھٹو کا ذاتی مہمان تھا

یہودی النسل سولارز امریکہ میں یہودی مفادات کی نگرانی کرتا ہے

سولارز پاکستان سے اسرائیل کو تسلیم کروانا چاہتا ہے

صدر نکسن اور جیرالڈ فورڈ کے زمانہ میں بھارت [کی ا]مریکی امداد بند کر دی گئی تھی۔ امداد بند کرنے کے سلسلہ [میں ا]مریکہ کا موقف ہندوستان کا ایٹمی دھماکہ تھا۔ جون [۱۹۷۹]ء میں امریکی بھارتی کمیونٹی نے سولارز کی انتخابی [مہم کے لئ]ے کثیر رقم جمع کی۔ جس کے جواب میں سولارز نے بھارتی باشندوں کی بڑی تعریف کی۔ ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۵ء کے درمیان بھارت کو تقریباً ۲ بلین ڈالر کی دی جانے والی [ام]داد میں سولارز کی بڑی کاوشوں کا دخل ہے۔ بھارتی امداد کے بند ہو جانے کے بعد سولارز نے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔ اس نے پاکستان کے خلاف زبردست زہر افشانی کی اور بھارت کے مفادات کو پروان چڑھایا۔ اسٹیفن سولارز "بھارتی لابی" کا سب سے بڑا "دلال" ہے دوسرا "دلال" میر گاربرتھ ہے۔ جس کا باپ بھارت میں امریکہ کا سفیر رہ چکا ہے۔ میر گاربرتھ سینٹ میں ریسرچ اور تجارت کے اسٹاف کا سینئر ممبر ہے۔ سولارز کی بھارت سے "وفاداری" پاکستان دشمنی پر مبنی ہے۔ نیویارک میں بروکلین کا یہ نمائندہ "یہودی" ہے۔ بروکلین میں یہودیوں کی اکثریت ہے۔ سولارز بھارت کا پانچ مرتبہ دورہ کر چکا ہے۔ بھارت کے طرفدار امریکی سینیٹروں کا زیادہ تر تعلق "ڈیموکریٹ" سے ہے۔ اسٹیفن سولارز اسلام دشمنی اور پاکستان دشمنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ سعودی عربیہ میں اواکس طیاروں کے حصول میں سولارز نے سعودی عربیہ کی زبردست مخالفت کی تھی۔ پاکستان کی امریکی فوجی اور اقتصادی امداد کی ترسیل میں سولارز ہی ہمیشہ سب سے بڑے مخالف رہے۔ طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالتے رہے۔ حکومت پاکستان پر دباؤ ڈلوایا کہ وہ اپنا ایٹمی تجربہ بند کر دے۔ ایٹمی مسئلہ پر بھارت اور پاکستان کے سلسلہ میں اس کی دو رخی پالیسی تھی۔ پاکستان کی امداد بند کرنے کے سلسلہ میں سمنگٹن امینڈمنٹ ۱۹۷۶ء میں منظور ہوا۔ اس ترمیم کے تحت ان ملکوں کو جو امریکی امداد حاصل کرنا چاہتے ہیں اپنی ایٹمی تنصیبات کو بین الاقوامی سطح پر نگرانی کروانا ہوگی ورنہ بصورت دیگر وہ امریکی امداد کے مستحق نہیں ہوں گے۔ پاکستان کو امداد دینے سے پہلے سولارز نے بڑا جارحانہ قدم اٹھایا۔ شرائط کو سخت سے سخت تر کرایا اور یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ جب تک امریکی صدر یہ سرٹیفکیٹ نہ دے کہ پاکستان ایٹمی ہتھیار بنانے کے لئے یورینیم کی افزائش نہیں کر رہا ہے، پاکستان کی اقتصادی اور فوجی امداد روک دی جائے۔ سولارز کا پاکستان اور ہندوستان کے ایک ہی مسئلہ پر مختلف رویہ تھا۔ بھارت کے ساتھ انتہائی نرم رویہ اور پاکستان کے خلاف انتہائی سخت رویہ۔ سولارز نے بھارت کو ۱۹۷۶ء سے اب تک چھ سو ملین ڈالر کی امداد بغیر کسی پابندی کے اور بہت ہی نرم لہجے کے ساتھ دلوائی۔

قارئین یقیناً اس بات کو جاننے میں دلچسپی رکھتے ہونگے کہ آخر سولارز کی دشمنی پاکستان ہی سے کیوں؟ دراصل سولارز کٹر یہودی ہے اور امریکہ میں یہودیوں کے مفادات کا نگران ہے۔ پاکستان کے دنیا میں دو ہی دشمن ہیں ایک بھارت اور دوسرا اسرائیل۔ اسرائیل کو اگر خطرہ ہے تو وہ صرف پاکستان سے۔ کوئی بھی اسلامی ملک ابھی اس قدر اہل نہیں کہ وہ یہودیوں کو منہ توڑ جواب دے۔ پاکستان کی ایٹمی ترقی سے اسرائیل خائف ہے اور ہندوستان بھی خوفزدہ ہے۔ اسی بنیاد پر دو دشمن طاقتیں ایک جگہ اکٹھی ہو گئیں ہیں۔ "ہندو اور یہودی" گٹھ جوڑ پاکستان کو خدانخواستہ کمزور کرنے اور اس کی اقتصادی و فوجی قوت کو ختم کرنے کے لئے ایک ایسے "دلال" کی ضرورت تھی جو ان کا امریکی کانگریس میں بھرپور ساتھ دے سکے۔ امریکہ میں انتخاب میں حصہ لینا سب سے مہنگا کھیل ہے۔ سولارز ذہین طبع اور فن تقریر میں مہارت رکھتا تھا۔ بھارتی باشندوں اور یہودی مالداروں نے سولارز کے انتخابی مہم کے لئے کثیر رقم اکٹھا کی۔ اور اب سولارز یہودی اور بھارتی لابی کا ایجنٹ اور دلالی کا کام بڑے ہی احسن طریقہ سے سرانجام دیتا ہے۔

سولارز کی پوری کوشش ہے کہ یہودیوں کے مفادات کا تحفظ کیا جائے اور اس سلسلہ میں وہ اپنے پارلیمانی آداب سے بھی تجاوز کر جاتا ہے۔ ۱۹۸۱ء کے بعد سولارز نے بار بار پاکستان کا دورہ کرنا شروع کر دیا۔ دسمبر ۱۹۸۹ء سے لے کر اب تک یہ دو مرتبہ پاکستان آ چکا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں سولارز نے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ وہ "اسرائیل" کو تسلیم کرے۔

پاکستان میں مارشل لاء کے نفاذ کے دوران سولارز کو یہ بہانہ مل گیا کہ جب تک پاکستان میں جمہوریت قائم نہ ہو پاکستان کی خاطر خواہ امداد نہ کی جائے۔ مئی ۱۹۸۶ء میں پاکستان کے دورہ کے آخری مراحل پر سولارز نے بے نظیر بھٹو سے ملاقات کی اور پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال اور ملک کے اندرونی سیاسی حالات پر گفتگو کی گئی۔ بے نظیر کے وزیراعظم منتخب ہونے کے بعد جون ۱۹۸۹ء میں امریکہ کا دورہ کیا جہاں بقول سرکاری اطلاعات کے ان کی خوب پذیرائی ہوئی اور امریکی امداد کی ترسیل بھی کر دی گئی۔ وزیراعظم بے نظیر کا دورہ امریکہ میں صدر جارج بش نے کھل کر اعلان کر دیا کہ وہ پاکستان کو طیارہ فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور اس طرح سے پاکستان کی ساٹھ مزید F-16 طیارے خریدنے کی خواہش پوری ہو گئی امریکی وزارت دفاع نے بھی کانگریس کو مطلع کیا۔ اور ساتھ ہی ساٹھ طیاروں کے علاوہ کئی دوسری اشیاء کی فہرست بھی فراہم کر دی۔ جن میں دس فالتو انجن اور طیاروں سے متعلق دوسرے فاضل پرزے جات تھے۔ ان سب کی کل لاگت تقریباً ڈیڑھ ارب ڈالر کی ہو گی جو پاکستان اپنے ذرائع سے فراہم کریگا۔ تمام یقین دہانیوں کے باوجود [illegible] یافتہ کانگریس کے رکن سولارز نے مارچ ۱۹۸۹ء میں تجویز پیش کی کہ کیوں نہ ایسا قانون منظور کیا جائے جس تحت پاکستان اسباب کا پابند ہو کہ وہ ساٹھ ایف-۱۶ طیاروں کی خرید کے لئے امریکی فوجی امداد کی رقوم جزوی طور پر بھی استعمال نہیں کرے گا۔ یہ تجویز انہوں نے پاکستان سے

پیر مظہر الحق

وزیر قانون و پارلیمانی امور

صوبہ سندھ سے بات چیت

میرے دادا پیر الٰہی بخش قائد اعظم کے رفیق رہے ہیں

[illegible]

ساری برائیوں کی جڑ جماعت اسلامی ہے

[illegible]

میرے ضلع داؤدو سے آپ نے کوئی شکایت نہیں سنی ہوگی

حزب اختلاف کا
ایک ہی لیڈر
بہت کافی ہے

شہروں کو جو سہولتیں حاصل ہیں وہی اگر دیہات کو دے جائیں تو بھلے کوٹہ سسٹم ختم کر دیا جائے

س: سندھ میں کوٹہ سسٹم نافذ ہے۔ کیا آپ کے نزدیک یہ درست ہے۔ اس سے انصاف کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں؟

ج: میرے خیال میں بالکل ہو سکتے ہیں۔ سب سے زیادہ ریونیو دیہات سے آتا ہے۔ یہ اکثر بڑا اعلان تو کر دیا جاتا ہے کہ جو بھی زیادہ شہروں سے آتا ہے۔ زندگی کا انحصار جن اشیاء پر ہے وہ ہمیں دیہات سے ملتی ہیں۔ دیہات اکثریت میں بھی ہیں اسمبلی میں دیہات سے نئے چنے گئے ممبران کی اکثریت ہے۔ اس کے مقابلے میں دیہات کو کیا ملتا ہے۔ سڑکیں وہاں پر نہیں ہیں جو شہروں کے لئے ایک عام روائی بات ہے شہروں میں بس اور اسٹینڈ کا مسئلہ صرف یہ ہے کہ کرایہ کم ہو جبکہ دیہات میں بسوں اور فورڈ ویگنوں کی کمی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ وہاں کبھی آپ جا کر دیکھیں کہ بسوں اور سوزوکی ویگنوں میں لوگ اوپر نیچے کس طرح لدے ہوئے ہوتے ہیں اس بنا پر حادثات بھی ہوتے ہیں۔ بسیں مسافروں سے اتنی بھری ہوئی ہوتی ہیں کہ وہ راستے میں کھڑے ہوئے مسافروں کو اٹھاتی بھی نہیں ہیں۔ وہاں کا طالب علم آٹھ آٹھ دس دس میل کا فاصلہ سائیکل پر اور اگر غریب ہے تو پیدل طے کر کے اسکول پہنچتا ہے۔ شہروں میں اکثر ہر گلی میں اسکول اور کالج بنا ہوا ہے دیہات میں میلوں پر بھی آپ کو کوئی کالج یا اسکول نظر نہیں آئے گا۔ اور اگر ہیں بھی تو وہ اس حالت میں جیسا کہ میں نے اپنے حالیہ دورہ دادو کے دوران گورنمنٹ گرلز کالج دادو کا معائنہ کیا تو مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوا کہ کالج کی لیبارٹری میں دو دو انچ مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ میں نے پرنسپل سے پوچھا کہ آپ اس میں سائنسی تجربات نہیں کراتیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس لیب اسسٹنٹ نہیں ہے کیمیکلز اور آپریٹس نہیں ہیں۔ ایسی جگہ پر کوئی لیکچرار جانے کو تیار نہیں ہے سب چاہتے ہیں کہ انہیں حیدرآباد، کراچی اور سکھر میں رکھا جائے۔ دیہات کے تعلیمی اداروں میں کوئی سہولت نہیں ہے دس میل پیدل چل کر طالب علم وہاں پہنچتا ہے۔ وہاں نہ لائبریریاں اور نہ لیبارٹریاں نہ اساتذہ ہی ہوتے ہیں ایسے حالات میں وہاں کا طالب علم کیسے مقابلے کے امتحان میں برابری کر سکتا ہے جب مراعات اور سہولتیں ان کو کبھی دی ہی نہیں گئیں۔ کم از کم انہیں بھی کالج [illegible] جو پھر بھلے کوٹہ سسٹم ختم کر دیں ہمیں یقین ہے کہ ہمارے دیہات کا طالب علم بہت ذہین اور محنتی ہے وہ مقابلے کے امتحانوں میں زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا لیکن یہ اسی صورت میں ہوگا جب ان کو بھی برابر سے مراعات اور سہولتیں دی جائیں انصاف تو یہی کہتا ہے۔

س: یہ جو مشکلات اور دشواریاں آپ نے گنوائی ہیں کیا اس لئے ہیں کہ آپ کے پاس فنڈز نہیں ہیں کہ آپ دیہات میں قریب قریب اسکول اور کالج کھول سکیں انہیں وہ سہولتیں فراہم کر سکیں۔

ج: ان مشکلات کی بڑی وجہ یہ ہے کہ شہروں پر زیادہ توجہ دی گئی اور دیہات کو نظر انداز کیا گیا۔

س: کیا اس کی ایک وجہ یہ نہیں ہے کہ شہروں میں جو نجی تعلیمی ادارے تھے ان کو قومیا لیا گیا اور اس طرح ان کے اخراجات کا بوجھ گورنمنٹ کے ایکسچیکر پر پڑا اور جو رقم دیہات کے تعلیمی اداروں پر خرچ کی جاتی تھی وہ نہ کی جا سکی۔ اب اگر شہری نجی تعلیمی اداروں کو واپس ان کے مالکان کو دے دیا جائے اور اس سے جو رقم بچے اسے دیہات میں مزید اسکول کھولنے اور پہلے اسکولوں کو سہولتیں پہنچانے پر خرچ کیا جائے تو یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

میری عوام سے اپیل ہے
کہ وہ ناجائز اسلحے کے سلسلے
میں حکومت سے تعاون کریں

ج: تعلیمی اداروں کی ڈی نیشنلائزیشن تو ہو چکی ہے صرف چند ادارے بچے ہیں مزید نجی تعلیمی اداروں کی اجازت بھی دی گئی ہے اب ان کا [illegible] کوئی بوجھ نہیں ہے میری گزارش یہ ہے کہ صرف اسکولوں کی عمارتیں بنا دینے سے تو کچھ نہیں ہوگا۔ جب تک ان میں پڑھانے والے نہیں ہوں گے تو کیسے کام چلے گا۔ دادو گورنمنٹ گرلز کالج میں ٹیچر نہیں ہیں چار لیکچرار وہاں سے تبادلہ کرا لیا۔ وہاں صرف نصف درجن ٹیچر ہی ہیں۔ ٹیچروں کو شکایت ہے کہ وہاں ہاؤس رینٹ نہیں ملتا۔ یہ سہولت نہیں ہے وہ سہولت نہیں ہے۔ میں نے وزیر تعلیم سے بات کی انہوں نے کہا ٹھیک ہے ہم صرف انہیں پروانہ تقرری دیں گے جو دادو جانے کے لئے تیار ہوں گے اب آپ بتائیں کہ ہاؤس رینٹ [illegible] ذمہ داری نہیں آتی کہ وہ وہاں جا کر پڑھائیں۔ ٹیچر وہاں نہیں ہیں مگر امتحان بہرحال لیا جائے گا [illegible] ہے اور وہی پوزیشن ہے

حیدرآباد کے طلبہ [illegible] نہیں ہے [illegible] کیسے مقابلے میں برابری کر سکتے ہیں۔

س: تو آپ اساتذہ کو وہاں جانے کے لئے ترغیبی (INCENTIVE ALLOWANCE) [illegible] دینے پر غور کر رہی ہیں۔

ج: یہی ہماری وزیر اعظم صاحبہ کا خیال ہے [illegible] ترغیب دینے کے لئے [illegible] کو سسٹم کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

س: سندھ میں [illegible] کے درمیان نفرت کی [illegible] آپ کی نظر میں کیا ہے؟

ج: [illegible] آ جائے گی۔

س: [illegible] اس کا سبب کیا ہے؟

ج: اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہماری [illegible] ڈسپلن کا فقدان ہے۔ دوسری وجہ [illegible] غفلت ہے۔ [illegible]

چودھری حبیب احمد

جھوٹ بولنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے

(مودودی)

ہمارے مذہبی حلقوں میں بوقت ضرورت جھوٹ بولنے کو جائز سمجھا جاتا ہے اور اس کے لئے وہ ایک حدیث سے استناد کرتے ہیں جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین جھوٹ منسوب کئے جاتے ہیں۔ مودودی صاحب جھوٹ بولنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۰ واجتنبو قول الزور (اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو) سے استدلال کرتے ہوئے مذکورہ بالا حدیث کو اسلامی تعلیمات کے خلاف ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اگرچہ الفاظ عام ہیں اور ان سے ہر جھوٹی شہادت کی حرمت ثابت ہوتی ہے... اس کے ساتھ جھوٹی قسم اور جھوٹی شہادت بھی اسی حکم کے تحت آتی ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر رکھی گئی ہے اور پھر آپ نے ثبوت میں یہی آیت پیش فرمائی اسلامی قانون میں یہ جرم مستلزم تعزیر ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص عدالت میں جھوٹا گواہ ثابت ہو جائے اس کی تشہیر کی جائے اور لمبی قید کی سزا دی جائے۔ یہی حضرت عمرؓ کا قول بھی ہے (صفحہ نمبر ۲۲۲)

جھوٹ کو شرک قرار دینے کے بعد آپ حضرت ابراہیمؑ کی جانب جھوٹ منسوب کرنے والی حدیث یوں تجزیہ فرماتے ہیں

یہ حدیث جس میں حضرت ابراہیمؑ کے "تین جھوٹ" بیان کئے گئے ہیں صرف اسی وجہ سے قابل اعتراض نہیں ہے کہ یہ ایک نبی کو جھوٹا قرار دے رہی ہے بلکہ اس بنا پر بھی غلط ہے کہ اس میں جن تین واقعات کا ذکر کیا گیا ہے وہ تینوں ہی محل نظر ہیں۔ ان میں سے ایک "جھوٹ" کا حال ابھی آپ دیکھ چکے ہیں کہ کوئی معمولی عقل و خرد کا آدمی بھی اس سیاق و سباق میں حضرت ابراہیمؑ کے اس قول پر "جھوٹ" کا اطلاق نہیں کر سکتا کجا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معاذ اللہ اس سخن ناشناسی کی توقع کریں۔

جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر رکھی گئی ہے

انی سقیم والا واقعہ تو اس کا جھوٹ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حضرت ابراہیم فی الواقعہ اس وقت بالکل صحیح و تندرست تھے اور کوئی ادنیٰ سی شکایت بھی ان کو نہ تھی۔ اب رہ جاتا ہے بیوی کو بہن قرار دینے کا واقعہ تو وہ بجائے خود ایسا مہمل ہے کہ ایک شخص اس کو سنتے ہی یہ کہہ دیگا کہ یہ ہرگز واقعہ نہیں ہو سکتا (صفحہ نمبر ۱۶۸، ۱۶۷)

لیکن مودودی صاحب نے جھوٹ کی یہ حرمت اس وقت بیان فرمائی تھی جب انہوں نے اپنے لئے حکمت عملی کی پالیسی وضع نہیں فرمائی تھی۔ حکمت عملی کی پالیسی وضع کرنے کے بعد انہیں بھی قدم قدم پر اس کی ضرورت آئی تو انہوں نے بغیر کسی جھجک کے یہ اعلان فرما دیا۔

"راست بازی اور صداقت شعاری اسلام کے اہم ترین اصولوں میں سے ہے اور جھوٹ اس کی نگاہ میں ایک بدترین برائی، لیکن عملی زندگی کی بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کی خاطر جھوٹ کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ بعض حالات میں اس کے وجوب تک کا فتویٰ دیا گیا ہے"۔

(ماہنامہ ترجمان القرآن بابت مئی ۱۹۵۸ء)

ڈاکٹر طلحہ صدیقی

نظام مصطفےٰ اور سوشلزم: ایک جنگ جو جاری ہے۔ (۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۷ء تک)

ہوس اقتدار کی خاطر پیپلز پارٹی نے سیاسی سمجھوتے سے گریز کیا

مشرقی پاکستان کے سقوط سے چند دن پہلے ذوالفقار علی بھٹو کو بحیثیت وزیر خارجہ اور ڈپٹی پرائم منسٹر یحییٰ خان نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پاکستان کی نمائندگی کرنے بھیجا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے اقوام متحدہ میں ایک جذباتی تقریر کی۔ اس تقریر میں انہوں نے بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "یہ تاریخ کا پہلا سبق ہے جو آج مل رہا ہے کہ جو کچھ عوام کی ملکیت ہے وہ عوام کو ہی ملے گا جو کچھ قیصر روم کا ہے وہ قیصر کو مل جانے دو اور جو کچھ خدا کا ہے وہ خدا تک جانے دو۔ مشرقی پاکستان، پاکستان کا حصہ ہے یہ آپ جانتے ہیں اسے اچھی طرح یاد رکھو اور سنو سورن سنگھ سنہرا بنگال ہماری ملکیت ہے۔ بھارت کی نہیں، سنہرا بنگال پاکستان کا حصہ ہے آپ اس طرح سے نہیں چھین سکتے۔ ہم آخری آدمی اور تلخ ترین نتائج تک لڑتے رہیں گے"۔

بے شک یہ ایک جذباتی تقریر تھی اور پاکستانی عوام کے جذبات کی ہی عکاسی تھی۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ جن سیاستدانوں کی وجہ سے آج پاکستان اس شرمناک مقام پر کھڑا تھا کہ پورے عالم کے سامنے سوائے گیدڑ بھبکیوں کے ہمارے پاس کچھ نہ تھا ان میں بھٹو صاحب بھی شریک تھے۔ ہوس اقتدار کی خاطر پیپلز پارٹی نے سیاسی سمجھوتے سے گریز کیا اور بالآخر نتیجہ فوجی ایکشن کی صورت میں سامنے آیا۔ اگر مذاکرات کی میز پر فیصلہ نہیں ہوتا تو پھر گلیوں اور بازاروں میں ہوا کرتا ہے جس کی تازہ مثال مشرقی پاکستان کی صورتحال تھی۔ سقوطِ مشرقی پاکستان سے صرف ایک دن پہلے بھٹو صاحب نے ایک اور ڈرامائی تقریر کی جس کی وجہ سے اگلے روز واشنگٹن پوسٹ نے لکھا "مسٹر بھٹو نے سلامتی کونسل کو ایک زندہ تھیٹر میں تبدیل کر دیا" ان کی تقریر کے کچھ اقتباسات پیشِ خدمت ہیں۔

ذوالفقار علی بھٹو پہلے سویلین چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنے

"وہ عظیم طاقتیں مجھے معاف کر دیں کہ میں نے دکھ اور کرب کی حالت میں ان کو مخاطب کیا ہے۔ یہ بنر دفا باز طاقتیں...... یہ رنگ رلیوں کے جھولے جھولتی ہی تھیں۔ ان برتر طاقتوں نے اپنی برتری ہم پر مسلط کر دی ہے" آگے چل کر وہ کہتے ہیں "دیکھو میں چوہا بننے والا آدمی نہیں ہوں۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی چوہا بننا قبول نہیں کیا۔ میں آج بھی بھاگ نہیں رہا بلکہ آپ کی سلامتی کونسل کو چھوڑ کر جا رہا ہوں" اس کے بعد چند اور جذباتی جملے کہہ کر سلامتی کونسل کا ایجنڈا پھاڑ کر بھٹو صاحب اجلاس سے باہر آ گئے۔

پاکستان آنے سے پہلے بھٹو صاحب نے امریکی وزیر خارجہ جناب ولیم راجرز اور امریکی صدر جناب نکسن سے مذاکرات کئے کیونکہ بہر حال بھٹو صاحب کو معلوم تھا کہ طاقت کا سرچشمہ سندھ اور پنجاب نہیں کوئی اور ہے۔ ان مذاکرات کے بارے میں نیویارک ٹائمز نے یہ لکھا "مسٹر بھٹو اگرچہ ماضی میں امریکہ کے مخالف لیڈر کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ لیکن آج وہ صدر نکسن سے مذاکرات کرنے کے بعد اقتدار حاصل کر رہے ہیں"۔ پاکستان کے معاملات میں امریکہ کی یہ دلچسپی کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ چودھری ظفر اللہ وزیر خارجہ پاکستان سے لے کر ایوب خان، محمد علی بوگرہ، یحییٰ خان، ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ضیاء الحق اور اب موجودہ وزیر اعظم تک سب ہی نے امریکہ کی آشیرباد حاصل کی ہے۔ ان لوگوں نے عوام سے صرف ووٹ لئے ہیں لیکن نوٹ امریکہ سے لئے ہیں۔ امریکہ ہی کے او۔کے کرنے کے بعد اقتدار منتقل ہوتا ہے۔ اگر صاف ستھری زبان میں اس بات کو پیش کیا جائے تو اس میں کوئی مغالطہ نہیں کہ ہم وہیں کھڑے ہیں جہاں ۱۹۴۷ء سے پہلے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے ہم انگلستان کی کالونی تھے اور اب امریکہ کی جدید نوآبادیاتی نظام کے تحت جی رہے ہیں۔ پہلے یہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورے جوان ہم پر حکومت کرتے تھے اور حکومت بندوق کے زور پر ہوتی تھی لیکن آج کیونکہ زمانہ ترقی کر گیا ہے اور عوام باشعور ہو گئے ہیں۔ لہٰذا بندوق کے بجائے مختلف معاشی معاہدے کئے جاتے ہیں۔ قرضے دیئے جاتے ہیں اور ان پر سود لیا جاتا ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے معاشی غلام بنا کر رکھا جا سکے۔ اس نظام کو چلانے کے لئے انگلستان نے وائسرائے بہادر رکھے،

مذاکرات کی میز پر فیصلہ نہیں ہوتا تو گلیوں اور بازاروں میں ہوا کرتا ہے

ہوئے تھے لیکن آج چونکہ عوام زیادہ آزاد پسند ہیں چنانچہ ان کے ہی معاشرے سے کبھی کسی کالے بندوق والے کو "امریکہ بہادر" اقتدار پر بٹھا دیتا ہے۔ اور جب عوام ان سے بیزار ہو جاتے ہیں تو پھر کسی ایسی عوامی جماعت کی سرپرستی شروع کر دی جاتی ہے جس پر ان حضرات کو اعتماد ہو۔ آزاد ہم اس وقت بھی نہ تھے جب ماؤنٹ بیٹن نے برصغیر کے وائسرائے کا حلف اٹھایا اور آزاد ہم آج بھی نہیں جب موجودہ وزیراعظم اور ان کے مشیر امریکہ کے دورے کو اپنی عوامی طاقت سے زیادہ فخریہ انداز میں پیش کرتے ہیں جب تک غلامی کی ان زنجیروں کو نہیں توڑا جائے گا جب تک طاقت کا سرچشمہ امریکہ کے بجائے خدا اور اس کے رسول کو نہیں سمجھا جائیگا۔ اس وقت تک حاکم نہ تو انقلاب لاسکتے ہیں اور نہ ہی غریب، مزدور، کسان اور سفید پوش شہری اپنی زندگی سنوار سکتے ہیں۔

ذوالفقار علی بھٹو امریکی حکام سے مذاکرات کے بعد پاکستان روانہ ہوگئے۔ ادھر پاکستان میں فوج دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ایک گروپ وہ تھا جو اب بھی یحییٰ خان سے وفادار تھا دوسرا گروپ بری افواج کے سربراہ جنرل گل حسن اور ایئر مارشل رحیم خان کا تھا جو بھٹو کے ذاتی دوست بھی تھے۔ اسی سلسلے میں ایک اجلاس اسلام آباد ڈیفنس کالج کے حال میں منعقد ہوا۔ اس میں تمام فوجی افسران نے شرکت کی۔ فضا بہت قہر آلود تھی۔ ناامیدی اور ذلت کا احساس ہر فوجی کے چہرے سے جھلک رہا تھا۔ اتنے میں جنرل گل حمید نے اپنا خطاب شروع کیا۔ وہ تقریباً ۴۵ منٹ تک بولتے رہے اور پاکستان کے ٹکڑے ہونے کا ذمہ دار مجیب الرحمٰن کو گردانتے رہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کا انہوں نے کوئی خاص ذکر نہیں کیا۔ تقریر کے اختتام پر سوالات کی اجازت دی گئی بس پھر کیا تھا۔ تمام فوجی جس لاوے کو اپنے اندر ڈسپلن کی خاطر دبائے ہوئے تھے۔ وہ ایک آتش فشاں کی طرح باہر آنا شروع ہوگیا میجر سنہا اس نے کہا کہ آج پوری قوم کو شرم اور ندامت سے اپنا سر جھکا لینا چاہئے۔ ایک اور افسر جو میجر تھا اس نے فوج کے اعلیٰ حکام پر رشوت اور بدعنوانی کا الزام لگایا جنرل گل حمید پر اقربا پروری اور دیگر غلط کاریوں کا الزام لگایا گیا۔ ان تمام حالات کے پیش نظر فوج نے اقتدار اپنے پاس رکھنے سے گریز کیا اور جونہی ذوالفقار علی بھٹو پاکستان تشریف لائے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو اقتدار ان کے حوالے کر دیا گیا۔

ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار بحیثیت پہلے سویلین چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر قبول کیا ان کے نزدیک آئینی خلا کو

اسی طرح پر کیا جاسکتا تھا۔ فوج کیونکہ ٹوٹ پھوٹ چکی تھی اور عوام کو فوج پر اعتماد بھی نہ رہا تھا لہٰذا فوجی جنتا نے اسی میں خیر سمجھی کہ اقتدار جیسے بھی ہو سویلین اتھارٹی کے حوالے کر دیا جائے۔ یہ بحالت مجبوری ہی تھا کہ فوج نے اقتدار چھوڑ دیا ورنہ اگر اقتدار شیخ مجیب کے حوالے کر دیا جاتا تو پاکستان دو ٹکڑے ہونے سے بچ سکتا تھا۔ ہوس اقتدار نے ہمارے حکمرانوں کو اندھا کر دیا تھا ان کے نزدیک صرف ذاتی مفاد ہی اصل چیز تھا۔ باقی عوام اور ملک کی کوئی حیثیت نہیں۔

> ## بھٹو کی شخصیت
> ## اتنی سحر انگیز تھی کہ
> ## وہ غریبوں کو "ان داتا" اور "لاکھ بخش" نظر آئے

بھٹو صاحب جب اقتدار کے سنگھاسن پر رونق افروز ہوئے تو پاکستان کئی مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ داخلی میدان میں ڈسپلن اور لاء اینڈ آرڈر کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ خارجی صورتحال اس سے بھی خراب تھی۔ ہزار فوجی بھارت کی قید میں تھے ملک کا ایک بازو الگ ہو چکا تھا مغربی حصے کے بھی کچھ علاقوں پر دشمن کا قبضہ تھا۔ عوام میں مایوسی، انتشار اور ذلت کا احساس بدرجہ اتم موجود تھا۔ ملک کے پاس کوئی آئین نہ تھا جس کے تحت وہ چل سکے۔

یہ ایک بحث طلب مسئلہ ہے کہ بھٹو صاحب نے قوم کو ان مسائل سے نکالا یا نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عوام نے ذوالفقار علی بھٹو پر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں بھرپور اعتماد کیا تھا اور اب جبکہ ان کا محبوب لیڈر صدر پاکستان تھا۔ ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

بھٹو صاحب نے آتے ہی تمام صنعت کاروں پر ہاتھ ڈال دیا۔ ان کے عتاب کا نشانہ وہ بائیس خاندان تھے جو ایوب دور میں کروڑوں کے مالک بن چکے تھے۔ بے شمار صنعتیں ذاتی تحویل میں لے لی گئیں۔ بہت سے مدارس حکومت کی زیر نگرانی آگئے بینکوں کو نیشنلائز کر دیا گیا افسران اور فوجی افسروں کو جن پر بدنیتی کا شبہ تھا خارج کر دیا گیا۔ بھٹو صاحب نے اعلان کیا کہ جب وہ سڑک پر سے گذر رہے ہوں تو ٹریفک نہیں روکا جائے۔ ان اقدامات سے پورے پاکستان میں جو المیہ مشرقی پاکستان کے بعد ایک تن مردہ کی طرح بے یار و مددگار پڑا تھا نئی زندگی کی حرارت آگئی عوام مشرقی پاکستان کی شکست

مسٹر بھٹو نے سلامتی کونسل کو ایک زندہ تھیٹر میں تبدیل کر دیا

کو بھلا کر بچے کچے پاکستان کی تعمیر و ترقی کے خواب دیکھنے لگے۔
عوام کو لیاقت علی خان کے بعد جو بھی سربراہ ملا وہ یا تو بہت کمزور تھا یا پھر عوامی نہیں تھا۔ بھٹو صاحب کی شخصیت اتنی سحر انگیز اور وسیع تھی کہ جس میں غریبوں کو اپنا "ان داتا" اور "لاکھ بخش" نظر آیا۔

۲۷ جون ۱۹۷۲ء کو ذوالفقار علی بھٹو شملہ پہنچے۔ ان کے ساتھ ۸۴ افراد کا ایک لمبا چوڑا وفد بھی تھا جس میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ ان لوگوں میں سرفہرست غلام مصطفےٰ جتوئی، حیات محمد خان شیرپاؤ، نیپ کے ارباب سکندر خلیل اور محترمہ بے نظیر بھٹو تھے۔

لوگوں نے ووٹ عوام سے لئے ہیں لیکن نوٹ امریکہ سے لئے ہیں

بھٹو کا استقبال وزیر خارجہ سورن سنگھ نے کیا جو اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ بھٹو کے مدمقابل آ چکے تھے۔ سورن سنگھ کئی دفعہ بھٹو کے عتاب کا نشانہ بن چکے تھے اور یہ ان دو بڑے سیاستدانوں کے پچھلے معرکوں ہی کا نتیجہ تھا کہ شملہ کانفرنس کی فضا کچھ بوجھل سی تھی۔ مذاکرات کے لئے بھارتی حکومت نے کانگریس کے منجھے ہوئے سیاستدانوں کی خدمات حاصل کیں ان میں وزیر دفاع جگ جیون رام، وزیر خزانہ مسٹر چاون اور وزیر خوراک فخر الدین علی احمد شامل تھے۔ مسٹر چاون

سورن سنگھ اور ٹی این کول اس سے پہلے بھی معاہدہ تاشقند کے وقت بھٹو اور عزیز احمد کا سامنا کر چکے تھے لیکن آج حالات مختلف تھے۔ ۱۹۶۵ء میں پاکستان کا پلہ بھاری تھا۔ لیکن پھر بھی ہم نے مذاکرات کی حد تک جنگ ہار دی تھی اور اب تو یہ حالت تھی کہ جنگ بھی ہار چکے تھے۔ ملک کا اہم حصہ بھی گنوا چکے تھے اور ۹۰ ہزار قیدیوں کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑا ہوا تھا۔ ان حالات میں معاہدے کے ذریعے کسی خیر کی امید کم ہی تھی اور شروع میں ہوا بھی یہی۔ مذاکرات بہت سست رفتاری سے آگے بڑھے اور امید یہ تھی کہ ناکامی اس معاہدے کا مقدر ہے۔ لیکن پھر نہ جانے کیا ہوا کہ بھٹو صاحب کا اندرا گاندھی پر جادو چل گیا۔ ایک نہایت ہی پیچیدہ اور مبہم الفاظ کا مرکب تیار کیا گیا جس کے تحت دونوں فریق اپنے اپنے مطلب نکال سکتے تھے۔ اس دستاویز پر دونوں فریقوں نے دستخط کئے۔ اور پاکستان کو اپنا کھویا ہوا مغربی حصہ اور قید کئے ہوئے فوجی واپس مل گئے۔

یہ معاہدہ بلاشبہ پاکستان کے نقطۂ نظر سے قابل قبول نہیں تھا لیکن ستم ظریفی یہ تھی کہ ہم بہت ہی کسمپرسی کے عالم سے دوچار تھے۔ جنگ میدان میں ہاری جا چکی تھی۔ ۵۶ ہزار مربع میل کا مغربی حصہ بھارت کے پاس جا چکا تھا، تقریباً نوے ہزار جنگی قیدی دشمن کے پاس تھے۔ اس صورتحال کے تحت پاکستان کی پوزیشن بہت کمزور تھی۔ بھارت نے یہ موقع غنیمت جانا اور کشمیر کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔ ذاتی طور پر میری رائے ہے کہ اگر ذوالفقار علی بھٹو ڈپٹی پرائم منسٹر اور وزیر خارجہ کی حیثیت سے صحیح حالات کا اندازہ لگا لیتے اور ۱۵ دسمبر ۱۹۷۱ء کو قرارداد پولینڈ منظور کر لیتے تو اسی وقت جنگ بند ہو سکتی تھی اور نوے ہزار قیدی جو ۱۶ دسمبر کو ڈھاکہ فال (سقوط ڈھاکہ) کے بعد بھارت کے قبضے میں چلے گئے۔ اسیری سے بچ سکتے تھے۔

قرارداد کے تحت یا تو کوئی سیاسی سمجھوتہ ہو جاتا یا پھر مشرقی پاکستان کو خود مختاری بھی مل جاتی۔ لیکن کم سے کم کشمیر کے مسئلہ پر ہم دباؤ کا شکار تو نہ تھے۔ اب حالات یہ ہیں کہ اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر سرد خانے کے سپرد کیا جا چکا ہے۔ جب بھی پاکستان کشمیر (مقبوضہ) کی بات کرتا ہے۔ بھارت اسے اپنا اٹوٹ انگ ظاہر کرتا ہے۔ اور شملہ معاہدے کا حوالہ دیتا ہے جس کے تحت دونوں فریق یعنی پاکستان اور بھارت اس بات کے پابند ہیں کہ اپنے حل طلب مسائل آپس میں ہی بالواسطہ مذاکرات کے ذریعے طے کریں۔ ہم اس کوشش میں کتنے کامیاب ہوئے ہیں اس کا اندازہ قارئین کو بخوبی ہوگا۔

بھٹو صدر نکسن سے مذاکرات کرنے کے بعد اقتدار حاصل کر رہے ہیں

گو کہ حالات کو بگاڑنے میں ذوالفقار علی بھٹو کا بہت بڑا ہاتھ تھا لیکن برسراقتدار آنے کے بعد شملہ معاہدے کے ذریعے نوے ہزار فوجی اور ۵۶ ہزار مربع میل کا علاقہ دشمن سے واپس دلوا کر انہوں نے واقعی ایک احسن اقدام کیا تھا جس پستی کی طرف ہماری قوم اور فوج جا رہی تھی۔ ایسے حالات میں شملہ معاہدہ ہی غنیمت تھا۔

ذوالفقار علی بھٹو اور اندرا گاندھی کی ذاتی رقابت کا شملہ معاہدے سے پہلے بڑا چرچا تھا۔ لاہور کے قذافی اسٹیڈیم میں بھٹو۔ اندرا گاندھی کو "اوئے مائی اندرا گاندھی" کہہ کر مخاطب کر چکے تھے۔ ادھر مشہور اطالوی صحافی اوریانہ فلاشی کو اندرا گاندھی نے ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ "آپ جانتی ہیں کہ بھٹو کوئی متوازن آدمی نہیں ہے اور جب وہ باتیں کرتا ہے تو آپ کبھی یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے"۔ اس کے جواب میں بھٹو صاحب کیوں چپ رہتے انہوں نے اسی صحافی کو انٹرویو دیتے ہوئے اندرا گاندھی کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا "اندرا گاندھی اپنی تمام تر ساڑھیوں، اپنے ماتھے کی تلک اور اپنی دھیمی مسکراہٹ کے باوجود مجھے متاثر نہیں کر سکتی

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

محمد فاروق

آگ تو لگا دی اب بجھائے کون؟

سن رہے ہیں امن و امان کی ابتری۔ لوگوں کی جان کی زمینوں اور دکانوں سے بیدخلی، مسلمانوں کی بے چین زندگی کو جنم دیا ملاحظہ کرنے۔ ان سے بنفس نفیس ملاقات کرنے، ان کے دکھ درد کو اسمبلی کے ایوانوں تک پہنچانے مسلمان بھائیوں کے اندر پھر سے محبت کے بیج اگر کرنے کے سلسلہ میں جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے جنرل سیکریٹری اور قومی اسمبلی کے رکن ریٹائرڈ جنرل حافظ ایم۔ ایچ انصاری نے جمعیت علماء پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی کی ہدایت پر اندرون سندھ دورہ کیا۔ اندرون سندھ لوگوں کی حالت زار سے دکھی کوئی شریک کار نہ دیکھ کر جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے سیکرٹری جنرل نے انسانی ہمدردی کے تحت یہ بیڑا اٹھایا کہ وہ نئے اور پرانے سندھیوں سے ملاقات کرکے بھائی چارہ اور ہم آہنگی کی فضا کو دوبارہ واپس لانے میں اپنا کردار ادا کریں گے آگ لگانے والوں نے آگ تو لگا دی اب بجھائے کون۔ عصبیت پھیلانے والوں نے عصبیت پھیلا دی اب مٹائے کون۔ یہ ذمہ داری تو سندھ کے ان حضرات کی تھی جنہوں نے عصبیت کے نام پر الیکشن جیتا تھا، جنہوں نے ایک پر فریب نعرہ دے کر لوگوں کو جذباتی بنایا تھا جنہوں نے نفرتوں کی وہ دیوار کھینچ کر اب گرائے نہیں گرتی۔ یہ ان کا فرض تھا کہ وہ اندرون سندھ جاتے لوگوں سے ملتے۔ ان کے حالات جاننے کی کوشش کرتے لیکن یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو، جس کا دل انسانوں کی تکلیف سے دکھی ہو جائے جنرل حافظ ایم۔ ایچ انصاری ایک خدا ترس انسان ہیں۔ وہ سندھ کے تمام شہروں میں گئے۔ لوگوں سے ملاقاتیں کیں انہیں امید دلائی، ہر طبقے سے بات کی اور تسلی دی۔

ریٹائرڈ جنرل حافظ ایم ایچ انصاری نے حیدرآباد ہالہ نیو سعید آباد، نواب شاہ اور سکرنڈ کا تفصیلی دورہ کیا۔ ان کے ہمراہ جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے جنرل سیکریٹری صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، محمد عثمان خان نوری، محمد صدیق راٹھور، عبدالستار قادری، سعید قریشی، بابو عرفان، آر ایس انعام حسین شامل تھے۔ ۲۰ اگست کی صبح کراچی سے براستہ حیدرآباد ہالہ روانہ ہوئے اور سندھ کی مشہور روحانی شخصیت مخدوم نوح کے مزار پر حاضری دی۔ فاتحہ پڑھی۔ ہالہ میں متعدد کونسلروں اور معزز شہریوں سے ملاقات کی۔ راستے
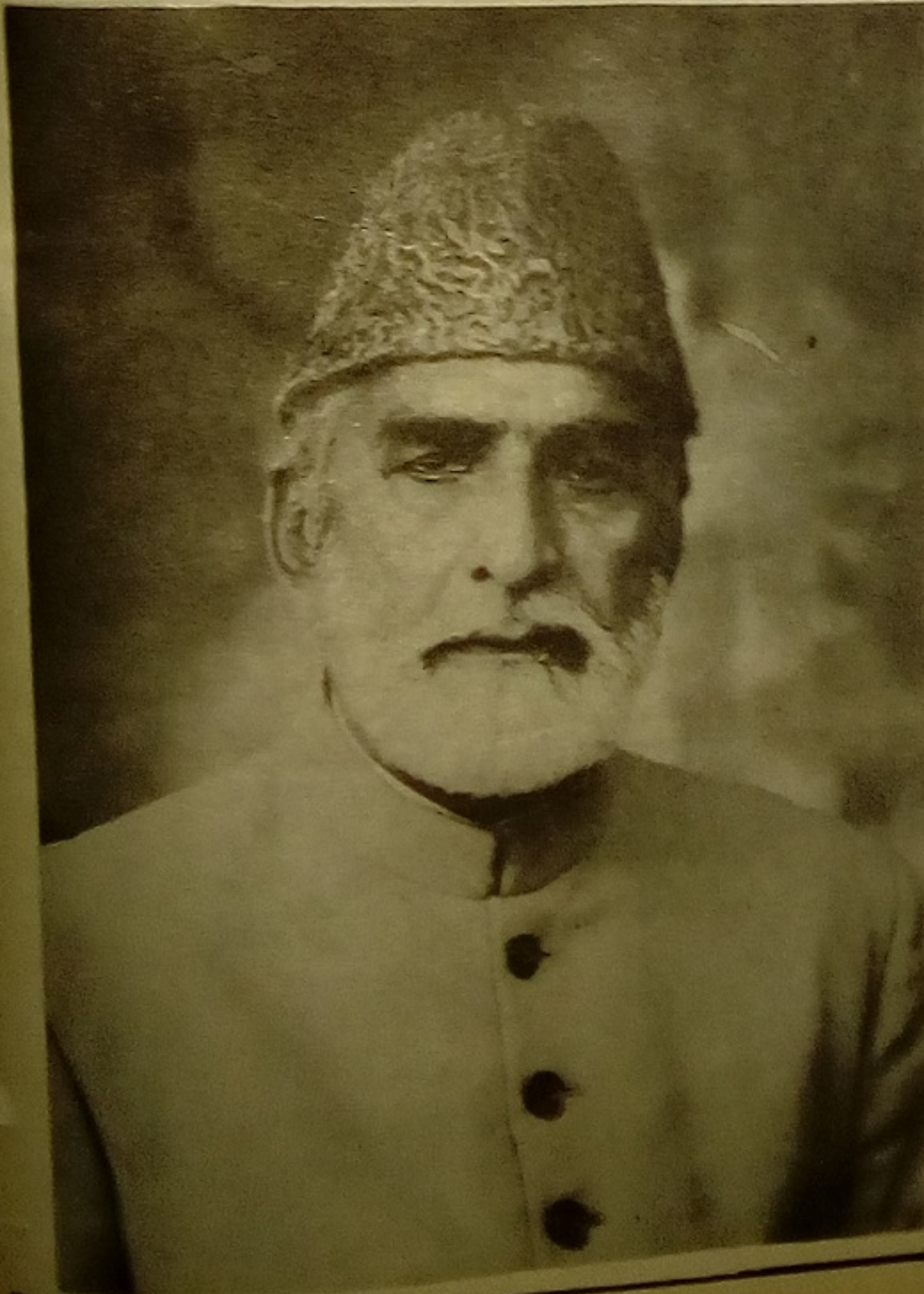
ریٹائرڈ جنرل وقومی اسمبلی کے ممبر ایم ۔ ایچ انصاری کا صوبہ سندھ کا دورہ

رہے ہیں کہ آپ کی ملاقات ہالہ کے جناب مخدوم طالب المولیٰ سے ہونا تھی لیکن بیماری کے باعث ان سے ملاقات نہ ہوسکی یہاں سے روانہ ہوکر وفد سعید آباد پہنچا جوں ہی سعید آباد میں داخل ہوئے تو نوجوانوں، بزرگوں اور شہر کے مختلف لوگوں نے آپ کا بہت پرتپاک خیر مقدم کیا۔ یہ لوگ جنرل صاحب کے استقبال کے لیے پہلے ہی سے موجود تھے۔ گزشتہ دنوں اس شہر پر بڑی قیامت ڈھی تھی۔ دکانیں لوٹی گئیں مکانات جلائے گئے۔ چاقو زنی اور فائرنگ کے واقعات سے شہریوں میں خوف و ہراس اور سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی۔ شہر کے لوگوں نے جنرل انصاری کو فسادات کی تفصیلی رپورٹ پیش کی اور ان کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور شکوہ کیا کہ جنہوں نے مہاجرت کا نعرہ لگا کر ہمیں ان بے رحم ہاتھوں پر چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ کہاں ہیں۔؟ شہریوں نے جنرل صاحب کی اس خدمت کو بہت سراہا اور کہا کہ آپ کے آنے سے ہمارے حوصلے بلند ہوگئے ہیں۔

جنرل صاحب نے انتظامیہ کی سرمہری اور جانبداری پر غم و غصہ کا اظہار کیا۔ اور شہریوں کو یقین دلایا کہ وہ ان کی آواز کو اسمبلی میں ضرور اٹھائیں گے۔ جنرل انصاری کے اعزاز میں شہریوں نے ایک شاندار استقبالیہ کا بھی اہتمام کیا۔

نیو سعید آباد کے دورے کے بعد وفد جنرل انصاری کی معیت میں نوابشاہ پہنچا مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے اجتماع سے خطاب کیا۔ انہوں نے عوام پر زور دیا کہ تعصب و نفرت کی آگ کو بجھانے میں تمام طبقات ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ بعد ازاں جمعیت علماء پاکستان کے رہنما امتیاز والی کے عشائیہ میں شرکت کی اور بذریعہ ٹرین سکھر روانہ ہوگئے ۲۷ اگست کو ۱۰ بجے باغ حیات علی شاہ میں سکھر، میرپور ماتھیلو، خیرپور، شکارپور، جیکب آباد، لاڑکانہ اور دیگر شہروں سے آئے ہوئے افراد کا ایک نمائندہ اجلاس منعقد ہوا۔ تمام علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں نے دہشت گردی اور فسادات کے واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ۔ ریٹائرڈ جنرل حافظ ایم۔ ایچ۔ انصاری نے تمام تفصیلات جمع کیں اور ان کے ازالہ کے لئے ان سے وعدہ کیا۔ دریں اثناء جمعیت کے تنظیمی کاموں کا بھی جائزہ لیا۔ جمعیت کو فعال کرنے کے سلسلے میں خصوصی احکامات جاری کیے۔ لاڑکانہ، شکارپور، خیرپور کے لئے حافظ محمد شریف سر کی صاحبزادہ آف شکارپور کے ذمہ تنظیمی کام تفویض کئے گئے۔ علاوہ ازیں مولانا محمد قاسم تیاگی، مولانا سید اقبال نعیمی اور مسٹر محمود خان پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی تاکہ مختلف حصوں میں دورہ کرکے انتخابات مکمل کرائے۔

۲۸ اگست کو ہوٹل فنانز حیدرآباد میں جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام سندھ یکجہتی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مولانا ذہبی مظہر ندوی، نصرت مرزا، شبیر حسین ہاشمی، عثمان کینیڈی مسلم لیگ، جماعت اسلامی، تحریک استقلال، جمعیت علماء اسلام اور دیگر جماعتوں کے رہنماؤں نے خطاب کیا۔ "سندھ یکجہتی کانفرنس" میں صوبہ سندھ میں امن و امان کی صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔ اور سندھ میں بھائی چارہ، محبت اور امن و امان کی فضا قائم کرنے کے لئے متعدد تجاویز پیش کی گئیں۔

۲۹ اگست کو ریٹائرڈ جنرل انصاری کراچی واپس تشریف

فوجیوں کو صرف انہیں کے صوبوں میں زمینیں الاٹ کی جائیں

لائے۔ دوپہر کو جناب محمد احمد صدیقی کے ظہرانے میں مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر شاہ فرید الحق اور کراچی کے تمام اخبارات کے صحافیوں کے ساتھ شرکت فرمائی۔ اسی روز شام ۸ بجے جمعیت علماء پاکستان کراچی ڈویژن کے کنوینر سید ارشاد علی کی جانب سے غیر ملکی دورے سے واپسی پر پروفیسر شاہ فرید الحق کے اعزاز میں دیئے گئے عصرانے میں سندھ کے دورے کا تاثر پیش کرتے ہوئے جنرل انصاری نے کہا کہ سندھ میں کسی بھی طبقے کے ساتھ ناانصافی برداشت نہیں کی جائے گی۔ مظلوم کوئی بھی ہو اور کہیں بھی ہو اس کی داد رسی کی جائے گی۔ جنرل انصاری نے کہا کہ میں نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ سندھ میں بھی ویسے ہی حالات ہوگئے ہیں اور ہندوستان جیسا سازشی

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

احوال رپورٹ

میوہ شاہ قبرستان

بابائے کراچی کو یاد کر رہا ہے
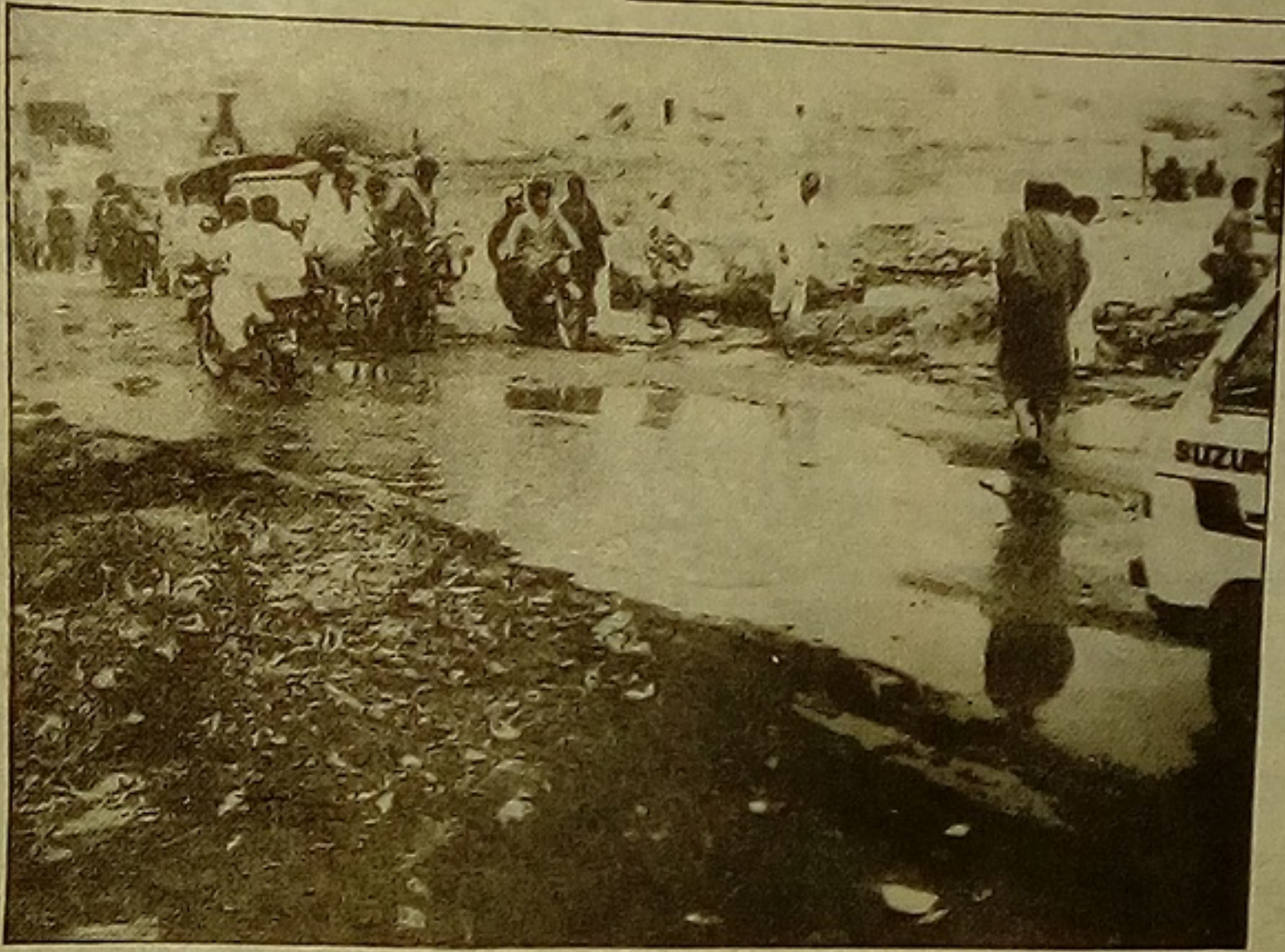
کراچی جیسے شہر قائدؒ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ منی پاکستان کے خطاب سے اسے نوازا گیا ہے۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو یہ منی پاکستان ہی نہیں بلکہ منی ایشیا ہے۔ یہاں ہر شہر ہر ملک کا باشندہ آپ کو مل جائے گا۔ اس شہر کے جہاں دیگر مسائل ہیں وہاں سب سے اہم مسئلہ جو کہ ایک سنگین صورت حال اختیار کر گیا ہے وہ ہے قبرستانوں کی حالت زار۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہاں پر قبرستانوں میں بھی طبقاتی نظام رائج ہے۔ اگر سوسائٹی کے علاقے کا قبرستان ہو گا تو اس کے اندر سے لے کر باہر تک آنے جانے والے راستے غرض ہر چیز میں ایک شان ہو گی۔ لیکن غریب لوگوں کے ساتھ ہم لوگ مرنے کے بعد بھی وہی سلوک کرتے ہیں جو ان کی زندگی میں کیا جاتا ہے۔ یہی کچھ حال ان لوگوں کے یا ان کے علاقوں میں موجود قبرستانوں کے ہو رہا ہے۔ آنے جانے کے راستوں کا کوئی پرسان حال نہیں اگر ایک یا دو مرتبہ کوئی شخص اپنے خاندان کے کسی فرد کی فاتحہ کی غرض سے قبرستانوں کا رخ کرتا ہے تو دوبارہ جانے کی اس میں ہمت نہیں ہوتی۔ ایسا کیوں ہے صرف اس لیے کہ ان قبرستانوں میں

> **۱۹۸۶ء سے ۱۹۸۹ء تک اس پل کی تعمیر کیلئے ۷۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے…!**

پہنچنا اتنا مشکل ہے جتنا جوئے شیر لانے کے مترادف انہی قبرستانوں میں سے ایک قبرستان جس کو کراچی کے ایک بڑے قبرستان ہونے کا شرف حاصل ہے لیکن اس کی حالت زار سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت اور بلدیہ کراچی نہیں چاہتیں کہ اس قبرستان میں مدفون حضرات کے لواحقین کبھی ان کی یاد میں کوئی اگربتی جلانے آئیں۔ قبرستان میں جانے والے چاروں راستوں کی حالت بہت خراب ہے خصوصاً بکرا پیری کی جانب سے جانے والا راستہ تو ارباب اقتدار کے لئے کھلا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ یہ راستہ میوہ شاہ روڈ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی روڈ کے بیچ سے لیاری ندی گزرتی ہے۔ اور یہ روڈ لیاری ندی کے اوپر بنایا گیا ہے۔ جب بھی لیاری ندی میں طغیانی آتی ہے یہ سڑک ڈوب جاتی ہے۔ لوگ ندی اور سڑک میں تمیز نہیں کر پاتے جس کے نتیجے میں ۱۹۸۷ء میں شعبان اعظم کی پندرھویں شب کو قبرستان جانے والے دو افراد اس ندی کی نذر ہو گئے۔ ان کے علاوہ یہاں رہنے والوں کے لئے بھی یہ بڑی مشکل صورت حال ہے کہ جس دن ذرا سی بارش ہو جائے سارا روڈ مکمل طور پر پانی کے نیچے آ جاتا ہے۔ کراچی میں ہونے والی

باقی ص ۳۷

راؤ توفیق احمد

”جناح آف پاکستان“

نامی کتاب کی اجازت واپس لی جائے

بھارتیوں میں اتنی غیرت ہے کہ وہ اپنے باپو کی تضحیک برداشت نہیں کر سکتے

موجودہ جمہوری حکومت نے امریکی مصنف اسٹینلے والپرٹ کی کتاب ”دی جناح آف پاکستان“ پر سے پابندی ہٹائی ہے۔ یہ پابندی سابقہ حکومت پاکستان نے ۱۹۸۴ء میں لگائی تھی جب یہ کتاب پہلی مرتبہ امریکہ میں شائع ہوئی تھی۔ حکومت پاکستان نے اس کتاب کے ناشر پر زور دیا تھا کہ اگر وہ کتاب کے ان دو پیراگرافوں کو حذف کر دے جو انگلستان میں قیام کے دوران قائداعظم کی غذا سے متعلق ہیں تو کتاب کی اشاعت کی اجازت دے دی جائے گی۔ مگر کتاب کے مصنف نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور کتاب پر پابندی برقرار رہی تھی۔

امریکہ میں اس کتاب کے تین ایڈیشن اور بھارت میں دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ بھارت میں اس کتاب کی مقبولیت مصنف سے بھارتیوں کا اظہار پسندیدگی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو اسی مصنف کی لکھی ہوئی گاندھی پر کتاب جس کا عنوان ہے ”نائن اور ژوڈراما“ بھارت میں پچھلے پچیس سالوں سے ممنوع نہ ہوتی۔ کیونکہ اس کتاب میں مصنف نے گاندھی کے قتل کو جس روپ میں پیش کیا بھارتیوں نے اسے پسند نہیں کیا۔ ان کے اندر ابھی اتنی غیرت ہے کہ وہ اپنے باپو کی تضحیک برداشت نہیں کر سکتے۔ مگر جناح آف پاکستان میں ایسی باتیں لکھی گئی ہیں جو بھارت کے پروپیگنڈہ سازوں کو بھارتی مسلمانوں کو بہکانے کے لئے کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔ جیسے سقوط ڈھاکہ نے بھارتی رہنماؤں کو دو قومی نظریہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا موقع دیا تھا۔ اسی لئے بھارت میں ”جناح آف پاکستان“ نامی کتاب کے اب تک دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ کیونکہ تاریخی حقائق پیش کرنے کے پردے میں اس کتاب میں قائد کی شخصیت کو مجروح کیا گیا ہے مگر حیف ہے پاکستانیوں پر کہ وہ ٹھنڈے پیٹوں بابائے قوم کی توہین برداشت کر رہے ہیں۔ تھوڑے سے مفاد کی خاطر اس کتاب کی پاکستان میں اشاعت کی اجازت دے دی گئی ہے اس کو طرز تحریر کا شاہکار کہا جا رہا ہے۔ ایک عظیم تاریخی تحقیق قرار دیا جا رہا ہے کچھ باتیں اس کتاب میں قائد کی تعریف میں کہی گئی ہیں مگر ایسی باتیں بہت سے مصنف اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں وہ کوئی نئی باتیں نہیں ہیں۔ قائداعظم کی خوبیوں سے پوری قوم واقف ہے۔ قائد کی زبردست قوت ارادی کا ساری دنیا علم رکھتی ہے قائد کی اس صفت کو ان کے کٹر دشمنوں تک نے تسلیم کیا ہے۔ ”تخلیق پاکستان“ کو عالمی سیاسی مفکروں نے بیسویں صدی کا سیاسی معجزہ قرار دیا ہے۔ اسٹینلے والپرٹ نے اس سلسلے میں کونسا تیر مارا ہے۔ ”جناح اور گاندھی“ نامی کتاب میں ایس۔ کے مجمدار ہندو ہو کر جناح کو گاندھی

> **ہمیں حیرت ہے انگریزی روزنامہ کے اس کالم نگار پر ہے جو اس تحقیق پر پھولا نہیں سما رہا ہے**

سے بڑی شخصیت مان چکے ہیں۔ ہاں اسٹینلے والپرٹ نے یہ تیر ضرور مارا ہے کہ قائد کو نام کا مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جنہیں اسلامی شعائر سے کوئی دلچسپی نہ تھی مگر وہ ثبوت میں جو گواہ لایا ہے وہ بڑا کمزور ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کی نظر میں بالعموم اور برصغیر کے مسلمانوں کی نظر میں بالخصوص ایم۔ سی۔ چھاگلہ ایک مشکوک آدمی تھا مذہبی اور سیاسی دونوں نظریات کے لحاظ سے وہ مشکوک علم کا حامل تھا۔ ایسے شخص کی گواہی مستند نہیں ہو سکتی جو مسلمانوں کی کسی مسجد میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ جو اقوام متحدہ کے ایوان میں گلا پھاڑ پھاڑ کر کشمیری مسلمانوں کے حق آزادی کو سلب کرنے کے لئے دلیلیں دیتا تھا۔ وہ شخص اگر یہ کہے کہ قائداعظم ان سینڈوچز کے شوقین تھے جو ایسے گوشت سے بنے ہوئے تھے جو مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ تو ہم ماننے کے لئے تیار نہیں۔

ہمیں تو حیرت انگریزی روزنامہ کے اس کالم نگار پر ہے جو اس تحقیق پر پھولا نہیں سما رہا ہے اور ”ہپ ہپ ہرا“ کا نعرہ مسرت سے بلند کر رہا ہے۔ اس کتاب پر بھی اور موجودہ حکومت کی اجازت پر بھی جو اس نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے دی ہے۔

اگر ہم بھی کچھ تاریخی تحقیق اس فاضل کالم نگار کی خدمت میں پیش کریں تو کیا وہ اسے بھی حقیقی تاریخی تحقیق مان کر قبول کر لیں گے۔ جبکہ ہمارا موقف اس سلسلے میں ایک غیر جانبدار مبصر کا ہے۔

”متمدن دنیا کی تولیت و انتظام میں ایران، روم کا شریک تھا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ دشمن انسانیت افراد کی سرگرمیوں کا پرانا مرکز تھا۔ وہاں کی اخلاقی بنیادیں زمانہ دراز سے متزلزل چلی آ رہی تھیں۔ جن رشتوں سے ازدواجی تعلقات کو دنیا کے متمدن و معتدل علاقوں کے باشندے ہمیشہ ناجائز اور غیر قانونی سمجھتے رہے ہیں اور فطری طور پر اس سے نفرت کرتے رہے ہیں۔ ایرانیوں کو ان کی حرمت و کراہت تسلیم نہیں تھی یزدگرد دوم جس نے پانچویں صدی کے وسط میں حکومت کی ہے اس نے اپنی لڑکی کو زوجیت میں رکھا پھر اسے قتل کر دیا۔ بہرام چوبین جو چھٹی صدی عیسوی میں حکمران تھا اس نے اپنی بہن سے اپنا ازدواجی تعلق رکھا۔ پروفیسر آرتھر کرسٹن کے بیان کے مطابق اس قسم کا رشتہ ایران میں کوئی ناجائز فعل تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ ایک عبادت اور کار ثواب سمجھا جاتا تھا۔ مشہور چینی سیاح ہوئن سیانگ کا بیان ہے کہ ایرانی قانون اور معاشرت میں ازدواجی تعلقات کے لئے کسی رشتہ کا استثنا نہ تھا۔

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر۔ صفحہ ۱۸۹،۹۰۔ از سید ابوالحسن علی ندوی)

(باقی صفحہ ۴۹ پر)

اکرام قریشی

فوکر طیارے کی گمشدگی اور جمہوریت کی راگنی ——!

—— ۱۷ اگست کے بعد اب! ۶ ستمبر کا شو ——

وفاقی حکومت کی سربراہ وزیراعظم کی والدہ محترمہ بیگم نصرت بھٹو جن کا شمار عمر کے اعتبار سے ملک کے معمر سیاستدانوں میں ہوتا ہے۔ مگر انہوں نے بعض آئینی نکات کو جس بے تدبیری اور بے سلیقگی سے چھیڑا اس سے جمہوری ڈھانچے کی چولیں بری طرح لرزہ بر اندام ہیں۔ جمہوری اقدار کو ہولناک خدشات لاحق ہو گئے۔ محترمہ کی بلاوجہ گستاخانہ اشتعال انگیزی اسلام آباد کے حکمرانوں کے مصائب میں اضافہ کا موجب بن رہی ہے۔ سینیٹ کی آئینی حیثیت ہو یا جناب افتخار سروہی کا مسئلہ، سارک ممالک کے دورے سے لے کر صدارتی اختیارات تک کو جس بھونڈے اور غیر مصالحانہ انداز میں چیلنج کیا جا رہا ہے، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حکمرانوں کے مابین تضادات اور فکری ناہمواریاں سنگین نوعیت کے اختلافات کی جانب تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ فکری تضادات اور حرص اقتدار معروف جمہوری اصولوں کو پس پشت ڈالنے پر اکسا رہی ہے؟

صدر محترم نے نومبر کے انتخابات کے بعد اپنوں کی زبردست مخالفت کے باوجود زمام اقتدار پیپلز پارٹی کو منتقل کر دیا۔ مگر یہ جماعت جو ماضی میں پوری طرح سے سیاہ و سفید کی مالک رہی اسے پابندی میں رہنا گوارا نہ ہوا۔ پیپلز پارٹی صدر محترم کی مرحوم صدر ضیاء الحق کی رفاقت سے بھی پوری طرح آگاہ ہے۔ اسے اس بات کا بھی ادراک ہے کہ مرحوم صدر پالیسی زون میں دیگر احباب کے ساتھ ساتھ صدر غلام اسحٰق خان اور صاحبزادہ یعقوب خان بھی ہمیشہ نمایاں حیثیت کے حامل رہے۔ ان سب باتوں کے باوجود پیپلز پارٹی نے اقتدار میں شراکت داری کو موقع غنیمت جان کر مرکز میں سادہ سی اکثریت پر حکومت بنا ڈالی۔ اقتدار کی دہلیز پر پہنچتے ہی حکمران جماعت کو اپنی بے بسی اور مجبوریوں کا شدت سے احساس ہوا۔ کیونکہ یہ کچھ عرصہ قبل مرحوم فضل الٰہی جیسے بے اختیار صدر کے دور میں اقتدار کے مزے لوٹ چکی تھی مگر اس مرتبہ اسے غلام اسحاق خان جیسے ہوشیار اور آئینی باریکیوں سے شناسا شخص سے پالا پڑا۔ صدر محترم کا تجربہ وزیراعظم کی عمر سے بھی زائد عرصہ پر محیط ہے۔ محترمہ وزیراعظم جو قطعی اقتدار کی خواہش میں بری طرح اسیر ہو چکی تھیں انہیں بہت جلد اس حقیقت کا بھی علم ہو گیا کہ آٹھویں ترمیم کی لٹکتی ہوئی تلوار میں ان کی حیثیت بھی محمد خان جونیجو سے مختلف نہیں جنہیں بیک جنبش اقتدار سے محروم کر کے سندھڑی پہنچا دیا گیا۔ یہی وہ خوف ہے جس نے حکمرانوں کی نیندیں اچاٹ کر رکھی ہیں۔ انہیں یہ خوف ہر وقت بے چین کئے رکھتا ہے کہ نہ جانے انہیں بھی کب گڑھی خدا بخش رخت سفر کا عندیہ دے دیا جائے۔

> **نواز شریف مجھ سے**
> **کبھی مشاورت نہیں کرتے**
> **محمد خان جونیجو کا اظہار بے بسی**

پیپلز پارٹی نے اقتدار کے زینے پر قدم رنجہ ہوتے ہوئے ہی پہلا نشتر سینیٹ کی آئینی حقیقت کو چیلنج کر کے ناکام وار کیا حالانکہ اسے آج کا اقتدار اسی ادارہ کی بدولت ہی نصیب ہوا ورنہ کوئی دوسرا وردی پوش قوم کی قسمت سے کھیل رہا ہوتا۔ سینیٹ کے متعلق بحث جاری تھی کہ سینیٹر وفاقی وزیر نے یوں موشگافی فرمائی کہ وزیراعظم سارک ممالک کے مجوزہ دورے پر نہیں جائیں گی اور اب یہ دورہ صدر محترم کریں گے جس کے اگلے ہی روز صدارتی ترجمان نے کچھ یوں وضاحت کر دی کہ صدر محترم سارک ممالک کے دورے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ یہ کام وزیراعظم کا ہے۔ سیاسی مد و جزر پر گہری نظر رکھنے والے برملا اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وزیراعظم کو سرحد حکومت کی اکھڑتی ہوئی سانسوں اور سارک کے چھوٹے ممالک کی عدم دلچسپی کے سبب اپنا دورہ منسوخ کرنا پڑا کیونکہ شیرپاؤ حکومت کا دور مہ آخری اقساط میں قریب انجام ہے اور اس بات کی توقع رکھی جانی چاہیئے کہ عنقریب سرحد کی سیاست میں دھماکہ خیز تبدیلیاں رونما ہوں گی کیونکہ شیرپاؤ حکومت کی ناپائیداری پر فکر مند ہیں اور انہیں اس بات کا بھی شدت سے احساس ہے کہ شیرپاؤ حکومت کا خاتمہ مرکز میں ان کی چھٹی کرانے کے لئے کافی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سرحد حکومت کو بچانے کے لئے انتہائی اقدامات کر رہی ہیں۔ وفاداروں کی استواری کو مزید مستحکم بنانے کے لئے وزارت اور مشاورت ریوڑیوں کی طرح تقسیم کی جا رہی ہے۔ وزیراعظم جوائنٹ چیفس آف آرمی اسٹاف کمیٹی کے چیئرمین ایڈمرل افتخار سروہی کی بھی موجودہ عہدے سے جلد سبکدوشی کی خواہاں ہیں ان کے قریبی حلقوں کے مطابق جناب سروہی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو مرحوم صدر ضیاء الحق کے قریب ترین حلیف رہے۔ اور یہ ان کے افکار و نظریات کی ترویج کے بھی خواہشمند ہیں جبکہ صدر محترم جناب سروہی کو مدت عہدہ پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اپنے ناپسندیدہ اس کھیل میں جیت کس کے قدم چومتی ہے۔ صدر محترم سول ... کی گذشتہ آٹھ ماہ کی کارگزاری کو بھی دبے لفظوں میں ... قرار دے چکے ہیں۔ مسئلہ افغانستان اور بھارت سے تعلقات پر بھی محترم شخصیتوں میں تضادات نمایاں رہے۔ صدر محترم نے بھارت کے معاملے میں نرم گوشہ رکھنے کا سختی سے نوٹس لیا اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی کو دورہ اسلام آباد میں یہ بات کہہ کر دو ٹوک پاکستان کی حقیقی معنوں میں ترجمانی کر دی کہ بھارت توسیع پسندانہ عزائم کو ترک کرے اور برابری کی سطح پر خطے میں تعلقات استوار کرے۔ صدر محترم کا یہ انتباہ اصل میں ان لوگوں کا قبلہ درست کرنے کے لئے تھا جو دوستی کی آڑ میں ... جیسے بے معنی اور پر خطر نعرے کو نظریاتی اساس کو ... عرب میں غرق کرنے کے لئے بیتاب ہیں۔ ادھر ... آئی جے آئی اور صدر محترم کے روابط کو بھی شک کی نظر سے دیکھتی ہیں اور محترمہ دبے لفظوں کئی بار اپنے اس خدشہ کا اظہار بھی کر چکی ہیں۔ وہ حزب اختلاف کی صدر سے

نواز شریف کا ریموٹ کنٹرول منصورہ میں ہے، نثار محمد خان

کی ملاقات کو جمہوریت کے خلاف خطرہ قرار دیتی رہی ہیں۔ وزیراعظم نے "آرمی ہاؤس" راولپنڈی کے مکینوں کی سرگرمیوں پر بھی شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے الزام لگایا کہ آرمی ہاؤس جمہوریت کے خلاف سازشوں کی آماجگاہ بن چکا ہے جبکہ آرمی ہاؤس کے باسی اپنے اس موقف پر سختی سے قائم ہیں کہ انہیں موجودہ سہولتیں صدر محترم کی جانب سے دی گئی ہیں اور کوئی دوسرا انہیں ان سے محروم نہیں کر سکتا۔ پیپلز پارٹی تمام تر کوششوں کے باوجود میاں نواز شریف کو نیچا دکھانے میں ناکام رہی جس کا الزام بھی ملک کی اہم ترین شخصیت پر یہ کہہ کر عائد کیا جاتا ہے کہ میاں نواز شریف کو اگر انا باقاعدہ کی تھپکی اور اشیرباد کے بغیر کبھی کھل کر مرکز کے ساتھ محاذ آرائی پر نہ اترتے۔

بہرحال بات کچھ بھی ہو یہ طے شدہ امر ہے کہ اندر کوئی ایسا لاوا ضرور پک رہا ہے جس کے سبب اکثر اوقات کبھی بات دل سے باہر نکل جاتی ہے۔ صدر اور وزیراعظم کے درمیان آئینی و ملکی اختلافات محض تردیدی بیانات سے ختم نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ کیا یہ بات بھی مبالغہ آرائی پر مبنی ہے کہ وزیراعظم نے بیٹی کہنے پر صدر محترم سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے کہا کہ پلیز محترم صدر مجھے بیٹی کہہ کر نہ پکاریں، میں صرف شہید ذوالفقار علی بھٹو کی بیٹی ہوں۔

پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائینز کا مسافر بردار فوکر طیارہ جو ۲۵ اگست کو گلگت سے اسلام آباد آتے ہوئے راستہ میں گم ہو گیا تھا۔ اس بدقسمت طیارے کی بازیابی کی تمام کاوشیں تادم تحریر ناکامی پر اختتام پذیر ہوئیں۔ طیارے میں عملے سمیت چون مسافر سوار تھے۔ حکومتی اداروں اور اقوام متحدہ کی کوششوں کے باوجود طیارے کا کہیں نام و نشان دستیاب نہیں۔ حتمی فیصلہ تو طیارہ ملنے پر ہی ہوگا مگر ماہرین کے مطابق طیارہ قراقرم کی گھاٹیوں میں بھٹک کر پہاڑوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو چکا ہے اور اب اس بات کی ہی توقع رکھی جا سکتی ہے کہ آئندہ برس جب برف پگھلنا شروع ہو تو شاید طیارے کا کوئی ڈھانچہ دکھائی دے۔ ادھر حادثہ میں شکار مسافروں کے لواحقین نے حکومتی اداروں کی کارکردگی پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وفاقی حکومت کے کارپردازوں کی تمام تر توجہ سیاسی مخالفوں کو نیچا دکھانے پر مرکوز ہے انہیں حادثہ کے متاثرین سے ہمدردی کے چند "بول" ادا کرنے کی بھی فرصت نہیں ہے۔ انہوں نے یہ شکوہ بھی کیا ہے کہ ایئر پورٹ پر کوئی اٹینڈ کرنے والا موجود نہیں تھا۔ جبکہ ایک سو لواحقین [illegible] کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ وہاں شیخوپورہ کے ضمنی انتخابات میں شکست کا رونا رویا جا رہا ہے۔ ایک نوجوان کہہ رہا تھا کہ حادثہ کی رات لواحقین آہ و زاری میں مبتلا تھے جبکہ ایئر پورٹ پر موجود وفاقی وزیر میر باز کھیتران جمہوریت کے بے سُرے راگ الاپ کر ان کے زخموں پر نمک پاشی میں مصروف رہے۔ جبکہ جمہوریت کی بات سے سوگواروں کے غم کا مداوا ممکن نہ تھا۔ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس گزشتہ روز یہاں سابق وزیراعظم محمد خان جونیجو کی صدارت میں ہوا۔ جس میں بیشتر ارکان عاملہ نے شرکت کی۔ تاہم وزیراعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کسی وجہ سے اجلاس میں شریک نہ ہو سکے۔ صوبہ [illegible]

مسلم لیگی کہلوانے پر بضد پیپلز پارٹی سے بریفنگ لیتے ہیں: چودھری شجاعت

کی عدم موجودگی میں پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ حنیف رامے، سابق وفاقی وزراء راجہ نادر پرویز، تسنیم نواز گردیزی اور نثار محمد خان نے اسلامی جمہوری اتحاد میں مسلم لیگ کی پوزیشن اور میاں نواز شریف کی کارکردگی پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وزیراعلیٰ پنجاب اہم ترین فیصلوں میں ارکان سے مشورہ تک گوارہ نہیں کرتے اور مسلم لیگ میں عملاً جماعت اسلامی کی پالیسیاں اپنائی گئی ہیں۔ بیشتر معاملات میں مسلم لیگی موقف کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ارکان کو کلیدی فیصلوں میں اعتماد میں نہیں لیا جاتا ہے۔ انہوں نے مسلم لیگ کی اسلامی اتحاد میں شمولیت کو فاش غلطی قرار دیتے ہوئے کہا کہ بے وقت نامناسب فیصلوں کا نتیجہ ہے کہ آج بیشتر نشستوں پر کامیابی کے باوجود مسلم لیگ کا کوئی شخص موجود نہیں۔ اسمبلیوں میں مسلم لیگی کردار مفقود ہو چکا ہے۔ مسلم لیگ کو خالص عوامی جماعت بنانے کے لئے حضرت قائداعظم اور پاکستان کے مخالفین سے فوری علیحدگی اشد ضروری ہے۔ حنیف رامے نے کہا کہ جماعت اسلامی نے قیام پاکستان میں تاریخی کردار ادا کرنے کی پاداش میں مسلم لیگ کو ہائی جیک کر لیا ہے۔ موجودہ صورتحال سے سب ارکان اور تحریک پاکستان کے کارکن مضطرب ہیں۔ وہ یہ بات پوچھتے ہیں کہ قائداعظم کے نام سے پکارنے والوں سے کس بنا پر اتحاد کے لئے خود کو ذہنی طور پر آمادہ کر سکیں۔ نثار محمد خان نے نواز شریف کی کارکردگی کو مسلم لیگی ایجنڈے سے کھلی بغاوت قرار دیتے ہوئے کہا کہ نواز شریف منصورہ والوں کے ہاتھوں کھیل رہے ہیں۔ ان کا ریموٹ کنٹرول لاہور کی بجائے منصورہ میں ہے۔ راجہ نادر پرویز کا کہنا تھا کہ جماعت اسلامی سے اتحاد شہدائے پاکستان کے خون سے کھلی غداری کے مترادف ہے۔ اسی دوران میاں نواز شریف کے ساتھی رکن قومی اسمبلی چوہدری شجاعت حسین نے اعتراض کیا کہ ارکان عاملہ صرف ایجنڈا پر بات کریں۔ ادھر ادھر کی باتوں کا مقصد مسلم لیگ کو انتشار سے دوچار کرنا ہوگا۔ چوہدری شجاعت حسین نے میاں نواز شریف کی مخالفت کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ بعض ارکان عاملہ کہلوانے کو مسلم لیگی ہیں مگر بریفنگ پیپلز پارٹی سے لیتے ہیں۔ رات کی تنہائیوں میں پیپلز پارٹی کے وزراء سے سرگوشیاں کرنے والوں کو میاں نواز شریف کی قیادت پر نکتہ چینی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اجلاس میں کشیدہ ماحول میں کشیدگی کو بھانپ کر محمد خان جونیجو نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ اندر کی بات کو بلاشت ادغام کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ انہوں نے نواز شریف کی کارکردگی کو تسلی بخش قرار دیتے ہوئے یہ تسلیم کیا کہ بعض اوقات بڑے اہم فیصلوں میں میاں نواز شریف ان سے کبھی مشورہ نہیں لیتے ہیں۔ انہوں نے کارکنوں پر زور دیا کہ وہ الیکشن کی تیاریاں ابھی سے شروع کر دیں کیونکہ ۱۹۹۰ء انتخابات کا سال ہے۔ انہوں نے اس خدشہ کا بھی اظہار کیا کہ صدر اسمبلیاں توڑ دیں گے یا بے نظیر وزیراعظم انہیں ایسا کرنے کا مشورہ دیں گی۔ محمد خان جونیجو نے اپنی اس رائے کا ایک بار پھر اظہار کیا کہ موجودہ حکومت اور اسمبلیاں زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکتی ہیں۔ اجلاس میں امریکی سینیٹروں کے دورہ پاکستان کو امریکی مداخلت قرار دیتے ہوئے کہا کہ سینیٹروں نے بے نظیر حکومت کی بیساکھیاں بننے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اجلاس میں سندھ کے دگرگوں حالات پر بھی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اس کی ذمہ داری صوبائی و مرکزی حکومت پر عائد کی ہے۔ وفاقی حکمران جماعت نے امسال چھ ستمبر کو یوم دفاع پاکستان کے نام سے لیاقت باغ راولپنڈی میں ریلی منعقد کرنے کا اعلان

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

سبط رحیم

لاہور کی ڈائری

قبر میں صفدر ڈوگر جیت گیا

پی پی پی کی خواتین رہنما عابدہ ملک اور صفیرہ اسلام کو زد و کوب کیا گیا

پنجاب اسمبلی کے حلقہ ۱۱۰ کے الیکشن میں آئی جے آئی نے پیپلز پارٹی کو شکست دے دی ہے اسلامی اتحاد کے امیدوار سردار رشید ڈوگر نے پیپلز پارٹی کے امیر علی بھٹی سے تقریباً تین گنا ووٹ زیادہ حاصل کر کے پنجاب کی سیاسی صورت حال پر واضح اثرات مرتب کئے ہیں۔ جہاں آئی جے آئی والے اپنی اس شاندار انتخابی کامیابی کو عوام کی مرہون منت قرار دے رہے ہیں۔ وہاں پیپلز پارٹی کے حلقوں نے اس حلقہ میں آئی جے آئی پر وسیع پیمانے پر دھاندلی کرانے کا الزام عائد کیا ہے۔ بعض شواہد بھی ایسے موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس الیکشن میں دھاندلی ہوئی ہے۔ لیکن کس پیمانے پر ہوئی ہے اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ڈی ڈی ایم رپورٹ کو بھی مکمل طور پر غلط قرار دیا نہیں جا سکتا کیونکہ نمائندہ "احوال" (راقم) نے نہ صرف انتخابی مہم کے دوران اس حلقہ کا گاہے بگاہے دورہ کیا بلکہ پولنگ کے روز بھی مختلف پولنگ اسٹیشنوں کا جائزہ لینے میں گذار دیا۔

اس انتخابی مہم کے دو بڑے مراکز تھے۔ پیپلز پارٹی کا ایئر کنڈیشنڈ انتخابی دفتر امیر علی بھٹی کی آئس فیکٹری میں واقع تھا۔ جبکہ اسلامی اتحاد کا انتخابی دفتر سرکاری ریسٹ ہاؤس تھا۔ پیپلز پارٹی کی طرف سے وفاقی وزیر ہاؤسنگ و تعمیرات ملک مشتاق اعوان، ایم این اے، عارف اعوان، پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر فخر زماں، سیکرٹری جنرل ممتاز احمد کاہلوں، رکن قومی اسمبلی انور عزیز چوہدری اور ایم پی اے صفیرہ اسلام نے انتخابی مہم میں حصہ لیا۔ جبکہ آئی جے آئی کی جانب سے صوبائی وزراء ارشد لودھی اور چوہدری پرویز الٰہی پوری مہم میں پیش پیش رہے۔ دیگر صوبائی وزراء نے بھی حلقہ کا دورہ کیا اس سلسلہ میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف نے وہاں ایک بڑے انتخابی جلسہ سے خطاب کیا۔ جس پر ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ڈھائی لاکھ روپے خرچ آئے۔ صرف اسٹیج کو سجانے کا ٹھیکہ ساٹھ ہزار میں دیا گیا تھا۔ یہ جلسہ بھرپور تھا جس نے عوامی رجحان کو آئی جے آئی سے اور بھی قریب کر دیا۔

اگر اسلامی اتحاد کی اس انتخابی کامیابی کے اسباب کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آئی جے آئی کی انتخابی مہم منظم تھی اور پی پی پی کی غیر منظم۔ ان ایام میں اسلحہ کی بھی بھرپور نمائش کی گئی۔ اسلامی اتحاد نے امیدوار نامزد کرتے وقت بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا اور پنجاب اسمبلی کے مقتول رکن مولوی صفدر عرف چھبہ ڈوگر کے ماموں سردار عبدالرشید ڈوگر کو ٹکٹ دیا۔ چھبہ ڈوگر کے قتل سے یہ نشست خالی ہوئی تھی چنانچہ ان کے خاندان سے عوام کی محبت ایک فطری بات تھی اس کے برعکس پی پی پی نے گزشتہ الیکشن میں چوہدری صفدر علی ایڈووکیٹ کو ٹکٹ دیا تھا اور اب امیر علی بھٹی کو نامزد کر دیا۔ امیر علی بھٹی کا ماضی میں پارٹی سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ جب کارکنوں نے ان پر اعتراض کیا تو

> پیپلز پارٹی کی
> صوبائی قیادت میں
> پھوٹ پڑ گئی

پارٹی رہنماؤں نے یہ جواز پیش کیا کہ امیر علی بھٹی چونکہ مالی طور پر اپنی انتخابی مہم خود چلا سکتے ہیں اس لیے وہ اس ٹکٹ کے اہل ہیں۔ حالانکہ اس انتخابی مہم پر ۷۵ فیصد اخراجات پنجاب پیپلز پارٹی نے کئے۔ کارکنوں کا کہنا تھا کہ اگر اخراجات کی ذمہ داری پارٹی پر ہی تھی تو پھر کسی کارکن کو امیدوار نامزد کیا جاتا۔ آئی جے آئی والوں نے "الیکشن کمپین" میں "چھبہ ڈوگر" کی شخصیت اور خوبیوں کو خوب ابھارا۔ اور انہیں رائے احمد سعید کے مقابلہ میں ایک مظلوم اور غریبوں کے ہمدرد کے طور پر پیش کیا۔ اس طرح اس انتخابی مہم کا ہیرو دراصل صفدر ڈوگر تھا۔ مقامی سیاسی حلقوں کے مطابق ووٹ آئی جے آئی یا رشید ڈوگر کو نہیں بلکہ چھبہ ڈوگر کو ملے ہیں۔ انتخابات کے دوران پیپلز پارٹی نے ... وفاقی وزیر ملک مشتاق اعوان کو تمام محکموں کے اختیارات دے رکھے تھے مگر کارکنوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے ان اختیارات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس کے برعکس آئی جے آئی کے صوبائی وزراء اور ممبران پنجاب اسمبلی نے موقع پر احکامات جاری کئے۔

پیپلز پارٹی اور دوسرے غیر جانبدار حلقوں کی جانب سے آئی جے آئی پر دھاندلی کے جو الزامات عائد کئے گئے ہیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان حلقوں کے مطابق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ضلع کے تمام بلدیاتی اداروں کو ایک سرکلر جاری کیا تھا کہ وہ آئی جے آئی کے امیدوار کی مالی معاونت کریں۔ تمام ضلعی انتظامیہ اسلامی اتحاد کے ساتھ تھی اور انتظامی افسر ان کے اجلاسوں میں شریک ہوتے تھے۔ ایک اجلاس میں مبینہ طور پر جب چند سرکاری ملازموں کے بارے میں یہ نشاندہی کی گئی کہ وہ پی پی پی کے سپورٹرز ہیں تو ضلعی انتظامی افسر نے کہا "آپ خاطر جمع رکھیں ان کا بندوبست میں خود کر لوں گا" اسی طرح ایک بار جب وفاقی وزیر ملک مشتاق اعوان نے اس انتظامی افسر کے ساتھ ٹیلیفون پر بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو متعلقہ افسر نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ پولنگ کے روز بھی مقامی پولیس نے خود ووٹ ڈالے اور پولنگ کا عملہ مبینہ طور پر لوگوں کو اسلامی اتحاد کے لئے ووٹ دینے پر مجبور کرتا رہا۔ اس سے بھی انتظامیہ کی جانبداری واضح ہو جاتی ہے۔ آئی جے آئی کے مقابلے میں پی پی پی کا "لیڈر شپ ونگ" بھی کمزور تھا۔ صرف تین خواتین صفیرہ اسلام، شمیم انور اور زہرہ مختار نے پارٹی کی طرف سے الیکشن میں حصہ لیا۔ انتخابی مہم میں ایک دیرینہ دشمنی کی بنا پر ایک شخص اشرف نامی کو اشرف عرف اچھو کے شبہ میں قتل کر دیا گیا۔ صوبائی وزیر چوہدری پرویز الٰہی نے مقتول کے لواحقین کے لیے ۲۰ ہزار کی امداد کا اعلان کیا۔ اس پر اخبار نویسوں نے کہا کہ تین ماہ قبل لاہور کے ایک اخبار کا نامہ نگار بم بلاسٹ میں فوت ہو گیا تھا۔ میاں شہباز شریف نے مرحوم کے لواحقین کے لیے ۲۰ ہزار روپے کا اعلان کیا تھا لیکن یہ رقم آج تک ادا نہیں کی گئی۔ پولنگ کے روز پیپلز پارٹی کی ایم این اے عابدہ ملک اور ایم پی اے صفیرہ اسلام

مولانا شاہ احمد نورانی ۸ ستمبر سے پنجاب کا دورہ شروع کریں گے؟

زدوکوب کیا گیا۔ اور بعض جگہوں سے پی پی پی کے پولنگ ایجنٹ بھگا دیئے گئے۔ پولنگ سے قبل تمام صوبائی وزراء پہنچے اور انہوں نے اپنے محکموں کے افسران کو خصوصی ہدایات دیں۔ دوسری بڑی ویگنیں کرائے پر لی گئیں جن کے ذریعے لاہور، شیخوپورہ اور دیگر شہروں سے خواتین درآمد کی گئیں۔ جنہوں نے پولنگ میں اپنا اہم کردار ادا کیا۔ پولنگ عملے میں سے اکثر کا تعلق محکمہ تعلیم اور محکمہ انہار سے تھا۔ دونوں محکمے صوبائی ہیں۔ پنجاب پیپلز پارٹی کے صدر فخر الزمان نے نمائندہ "احوال" کو بتایا کہ ان محکموں سے وابستہ عملے کے افراد لوگوں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ اسلامی اتحاد کو ووٹ دیں جو ان کی بات نہیں مانتا تھا اسے کہا جاتا "تمہارا ووٹ کاسٹ ہو گیا ہے" اور پھر خود مہر لگا کر ووٹ ڈال دیا جاتا تھا۔

ملک مشتاق اعوان، عارف اعوان اور چوہدری صفدر علی ایڈووکیٹ چونکہ پہلے الیکشن لڑ چکے تھے۔ لہٰذا پولنگ ایجنٹوں کے تقرر کی ذمہ داری ان پر عائد کی گئی تھی۔ لیکن پارٹی کارکنوں کے مطابق ان حضرات نے پولنگ ایجنٹوں کا کوئی انتظام نہ کیا اور یوں پولنگ کے روز جب کارکنوں نے امیر علی بھٹی کو بتایا کہ دھاندلی ہو رہی ہے اور آپ کے پولنگ ایجنٹ وہاں موجود نہیں ہیں تو انہوں نے عجلت میں ہر آنے والے کو اپنا پولنگ ایجنٹ مقرر کر دیا۔ اس طرح الیکشن بدنظمی کا شکار ہو گیا۔ کارکن دھاندلی دھاندلی کا واویلا کرتے رہے مگر جب امیر علی بھٹی اور چوہدری صفدر علی پولنگ اسٹیشنوں کا دورہ کر کے واپس پہنچے تو انہوں نے کہا ہم جیت گئے ہیں۔ کہیں بھی دھاندلی نہیں ہو رہی۔"

پیپلز پارٹی کے قریبی ذرائع کے مطابق ملک مشتاق اعوان سے یہ کہا گیا تھا اگر وہ اس حلقہ کا الیکشن ہار گئے تو ان کی وزارت بھی نہ رہے گی۔ چنانچہ ملک مشتاق اور ان کے ساتھیوں نے الیکشن سے کئی روز قبل ہی دھاندلی کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ انتخاب ہارنے کی ذمہ داری [illegible] پیپلز پارٹی والوں کا خیال تھا کہ وہ چند ہزار یا چند سو ووٹوں سے ہار جائیں گے لیکن ۲۳ ہزار سے زائد ووٹوں سے ہارنے کے بعد ان کی حیرت اور پریشانی کی کوئی انتہا نہیں رہی دھاندلی کے تمام الزامات کے باوجود اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آئی جے آئی نے نہایت منظم طریقے سے اپنی انتخابی مہم کو آگے بڑھایا۔ اور اسی نظم و ضبط کے باعث انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس حلقہ سے جمعیت علمائے پاکستان کے امیدوار محمد جاوید فاروقی بھی الیکشن میں حصہ لے رہے تھے۔ چوہدری پرویز الٰہی اور ارشد لودھی نے انہیں الیکشن سے دستبردار کرانے کے لئے جمعیت

تمام صلاحیتیں صرف کر دیں اور جمعیت علمائے پاکستان کی قیادت سے رابطہ کیا۔ کافی گفت و شنید کے بعد جمعیت پنجاب کے رہنما اس بات پر رضامند ہو گئے۔ چنانچہ جے یو پی پنجاب کے جنرل سیکریٹری جنرل ایم ایچ انصاری کی ہدایت پر پنجاب جمعیت کے آرگنائزنگ سیکریٹری محمد خان لغاری اور سیکریٹری مالیات حاجی محمد جاوید اقبال فاروق آباد پہنچے جہاں آئی جے آئی اور جے یو پی کے مشترکہ جلسہ میں محمد جاوید فاروقی نے پارٹی ہدایت کے مطابق اس نشست سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا

جمعیت کی صوبائی
تنظیم نے عوامی جلسوں
کے شیڈول کا اعلان کر دیا

جونہی انتخابی نتائج برآمد ہونے شروع ہوئے آئی جے آئی کے حامیوں نے ایک جلوس کی شکل اختیار کر لی جلوس نے پیپلز پارٹی کی ویگنوں اور بسوں پر بھی حملے کئے اور پی پی پی کی مخالفت میں کھل کر نعرہ بازی کی۔

حلقہ ۱۰۴ کے انتخابی نتائج کے مطابق اسلامی اتحاد نے پنجاب میں ایک بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ ۸۸ء کے انتخابات میں اس حلقہ سے صفدر ڈوگر آزاد امیدوار کی حیثیت سے کامیاب ہوئے تھے۔ آئی جے آئی کے رائے احمد سعید دوسرے نمبر پر رہے اور پیپلز پارٹی کے امیر علی بھٹی کو تیسرے نمبر پر ووٹ ملے۔ اس دفعہ رائے احمد سعید، ڈوگر خاندان سے پرانی دشمنی کی وجہ سے پیپلز پارٹی کے ساتھ تھے۔ سیاسی حلقوں کے مطابق پی پی پی کو چاہئے تھا کہ وہ رائے سعید کو ٹکٹ دیتی۔ کیونکہ وہی ڈوگر خاندان کا اصل سماجی اور سیاسی حریف ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ۲۰ ہزار ووٹ اس کے اپنے تھے جو اسے گذشتہ الیکشن میں بھی ملے۔ لہٰذا پی پی پی نے انہیں اپنا امیدوار نامزد نہ کر کے سیاسی غلطی کی اور اسی غلطی کی وجہ سے آئی جے آئی ایک آزاد نشست پر کامیاب ہو گئی جس پر دونوں جماعتوں کا مدار کا تھا۔ دھاندلی

کس پیمانے پر ہوئی؟ ہوئی یا نہیں ہوئی؟ یہ ایک الگ بحث ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس حلقہ کے انتخابی نتیجے نے پنجاب میں نواز شریف اور اسلامی اتحاد کی کامیابی کو اور بھی پختہ کر دیا ہے اس کامیابی کے پورے پنجاب پر اثرات ہوں گے اور یہ تاثر مزید تقویت پکڑے گا کہ نواز شریف ہی پنجاب اور ان کے علمبردار ہیں۔

اب کھر صاحب کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ پی پی پی چھوڑنے کے بعد محض کوٹ ادو کے لیڈر بن کر رہ گئے ہیں۔ کوٹ ادو سے تو وہ قومی یا صوبائی اسمبلی کی نشست جیت سکتے ہیں۔ لیکن پنجاب کی سطح پر ان کا نام روز بروز پس منظر میں جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں نواز شریف پنجاب کے علمبردار بن کر ابھرے ہیں اور وہی کھر کے اصل حریف ہیں۔ اصل مسئلہ دو جماعتوں کا نہیں، پنجاب کا ہے۔ نواز شریف اور کھر دونوں خود کو پنجاب کے "ہیرو" سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اصل وجہ تنازعہ پنجاب ہے اس لئے غلام مصطفےٰ کھر یہ کبھی نہیں چاہیں گے۔ کہ وہ آئی جے آئی کے ساتھ مل کر اپنی شناخت کھو دیں۔ انہیں منظر عام پر آنے کے لئے نواز شریف کا سیاسی حریف بننے کی ضرورت ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ آئی جے آئی کے مقابلے میں پیپلز پارٹی کی طرف سے پنجاب کا لیڈر بن کر ابھریں۔ اب بھی پنجاب میں ان کی ایک پہچان ہے وہ عوام میں مقبول ہیں۔ اور اب بھی جوڑ توڑ کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ اسی لئے پیپلز پارٹی کی مرکزی قیادت کا خیال ہے کہ صرف مصطفےٰ کھر ہی نواز شریف کی حکومت کو بدل سکتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے بعض قریبی ذرائع کے مطابق وہ صوبائی لیڈر جو کھر کے مخالف ہیں انہیں بھی منانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پیپلز پارٹی کے ایک وفاقی وزیر نے "احوال" کو بتایا کہ وزیراعظم انہیں ایک اہم وزارت کا قلمدان دینا چاہتی تھیں لیکن کھر نے انکار کر دیا کیونکہ وفاق میں جانا ان کے لئے سیاسی موت کے مترادف تھا۔ ایک خبر یہ بھی گرم رہی کہ کھر کو پنجاب کا گورنر بنایا جا رہا ہے لیکن ان کا یہ مسئلہ بھی طے نہیں ہو سکا۔ کیونکہ کھر پنجاب کے آئینی نہیں، عملی سربراہ بننا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے کوٹ ادو سے صوبائی اسمبلی کی نشست پر ضمنی انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہاں سے ایک نشست خالی ہونے کے بعد کھر اس سیٹ سے امیدوار ہوں گے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ یہ نشست بآسانی جیت جائیں گے اس کے بعد وہ پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف کے لیڈر ہوں گے

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

ایم راہی

وزیر اعلیٰ سرحد فضل الحق سے ملاقاتوں میں اتنی نرمی کیوں کرتے ہیں۔ (وزیر اعظم بے نظیر)

شیر سرحد کہلانے والے نے جیل میں دو دن بعد ہی واویلا شروع کر دیا

اس رپورٹ کی اشاعت تک پیپلز پارٹی بھی اپنی طاقت کا ... میں اپنی قوت کا مظاہرہ کر چکی ہوگی جس کے لئے صوبہ سرحد میں سرکاری طور پر زبردست تیاریاں کی جا رہی ہیں اور دوسری طرف حکمران جماعت پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں نواز شریف کی جانب سے پورے صوبہ سرحد کے دارالحکومت میں گیارہ دن میں طاقت کے مظاہروں کا جواب دینا چاہتی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ پاکستان میں طاقتیں ہمیشہ اپنے وقت پر کچھ لوگوں کو ابھارتی رہی ہیں جن کی حمایت کرنے والے لوگ ... اور سوچتے ہیں اور یوں قومی سیاست کرنے والے قومی سوچ رکھنے والے سیاستدانوں کو سکرین سے آؤٹ کرنے کے نت نئے جتن کئے جاتے ہیں۔ پاکستانی سیاست کے میدان میں ایسا کھیل کھیلا جا رہا ہے جس کے کمالات کا فیصلہ عالمی طاقتیں یا ہمارے اصل حکمران کرتے ہیں ایوب خان کی کابینہ میں شامل ہو کر مادر ملت جناح کی مخالفت کرنے والے بھٹو بعد میں قائد ایشیا اور فخر ایشیا بن گئے اور اب ان کی صاحبزادی بے نظیر بھٹو اگرچہ اقتدار پر براجمان ہو گئی ہیں لیکن ان کا ایک فوجی آمر کے دربار میں پرورش پانے والے صنعتکار سے پالا پڑ گیا ہے اور اب نواز شریف لوگوں کی امیدوں کا سہارا بنتے جا رہے ہیں۔ صوبہ سرحد میں وہ ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اور ان کا تاریخی استقبال یہ ثابت کرتا تھا کہ سرحد کی سرزمین ایک مرتبہ پھر اسلامی جماعتوں کے لئے سازگار بن گئی ہے لیکن آئی جے آئی پر جماعت اسلامی کے قبضے کی وجہ سے آئی جے آئی کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ضلع اٹک میں حالیہ عام انتخابات میں جماعت اسلامی کی ہٹ دھرمی کے نتیجہ میں آئی جے آئی کو قومی اسمبلی کی دو اور صوبائی اسمبلی کی تین نشستوں سے ہاتھ دھونا پڑا

اس ضلع میں آئی جے آئی کی شکست میں این پی پی کا بھی گہرا ہاتھ ہے لیکن جماعت اسلامی نے اکیلے امیدواروں کی حمایت کی ہے اپنا تعارف کرانے کے لئے بھی کئی سال درکار ہیں اور اب بھی میاں نواز شریف کے دورہ پشاور کے دوران مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے صوبائی صدر آصف مجید قریشی کو اسٹیج پر نہ جانے دیا گیا اور انہیں زدوکوب کر کے بھگا دیا گیا جس کے بعد ایم ایس ایف کے راہنماؤں نے جنرل فضل حق کے گھر جا کر میاں نواز شریف سے ملاقات کی اور انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کیا لیکن میاں نواز شریف جماعت اسلامی کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکے اور پھر انہیں سرحد حکومت نے جنرل فضل حق سے دوسری مرتبہ بھی ملاقات دینے سے انکار کر دیا تھا آئی جے آئی کے صوبائی سیکرٹری جنرل نواب زادہ محسن علی خان جو کہ سابق سینیئر وزیر اسلم خٹک کے داماد ہیں نے جنرل فضل حق کے گھر سے چیف سیکرٹری کو فون کر کے میاں نواز شریف کی جنرل فضل حق سے ملاقات کی اجازت مانگی لیکن چیف سیکرٹری نے صاف انکار کر دیا۔ صوبہ سرحد کی حکومت کے ایک ترجمان نے میاں نواز شریف کی جانب سے جنرل فضل حق سے دوسری مرتبہ ملاقات کی اجازت مانگنے کی اطلاع کی تردید کی لیکن وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی جانب سے ان کے دورہ پشاور میں صحافیوں سے ملاقات کے دوران جنرل فضل حق سے سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے اظہار تاثر وزیر اعلیٰ سرحد کو کہا کہ نہ جانے صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ فضل حق سے ملاقاتوں میں اتنی نرمی کیوں کرتے ہیں اس کے بعد صوبہ سرحد کی حکومت نے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کو ان کے دورہ پشاور کے دوران جنرل فضل حق سے ملاقات کی اجازت نہیں دی اور بعد میں سی او پی کے سربراہ غلام مصطفیٰ جتوئی کو بھی جنرل فضل حق سے ملاقات کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور یوں آفتاب شیرپاؤ وزیر اعظم کے احکامات کی بجا آوری کر رہے ہیں بلکہ اب "صورت" یہ ہے کہ "جنرل فضل حق سے ملاقات کی اجازت دینے کا اختیار بھی وزیر اعلیٰ سرحد نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جنرل فضل حق کے صاحبزادے ڈاکٹر ارشد نے آفتاب شیرپاؤ پر الزام عائد کیا کہ جنرل فضل حق سے ملاقات کی اجازت کا اختیار انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور گلے، دل، گردے اور سینے کے درد کے لئے فضل حق کا ایکسرے اور ای سی جی ہوئی جس کی رپورٹوں کی روشنی میں ڈاکٹروں نے تحریری طور پر ہدایت کی کہ فضل حق کو ہسپتال میں داخل کیا جائے لیکن وہ فائل شیرپاؤ نے پانچ دن تک اپنے پاس رکھی اور جب انہوں نے اجازت دی تو فضل حق نے ہسپتال میں داخل ہونے سے بطور احتجاج انکار کر دیا۔ پشاور ہائیکورٹ میں جنرل فضل حق کی ضمانت کی درخواست سے دو روز قبل وزیر اعلیٰ سرحد اور تین روز قبل تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ ساجد علی نقوی نے جنرل فضل حق کے خلاف باتیں کیں۔ وزیر اعلیٰ سرحد نے ہڈہ بیر میں ایک ایسی سڑک کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے جس کا وہ پہلے بھی افتتاح کر چکے تھے کہا کہ اپنے آپ کو شیر سرحد کہنے والے نے جیل میں دو دن کے بعد ہی واویلا شروع کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف کیا پورا پنجاب بھی آ جائے تو وہ فضل حق کو رہا نہیں کرا سکتے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ آئی جے آئی کے ۱۰ اگست کے احتجاجی جلسے سے قبل حکومت نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ آئی جے آئی جیل توڑ کر فضل حق کو رہا کرانے کی کوشش کرے گی حالانکہ ایسی کوئی صورت حال نہیں تھی جیل حکام نے کہا کہ انہیں بھی جیل کی حفاظت کے لئے خصوصی انتظام کرنے کی کوئی ہدایت نہیں تھی۔ بہر حال اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ صوبائی اسمبلی کے چار حلقوں میں شکست کھانے والے فضل حق ہیرو بنتے جا رہے ہیں۔ اور ان کے صاحبزادے نے ایک بیان میں کہا ہے کہ پیپلز پارٹی کی وجہ سے ان کے والد کی مقبولیت کا گراف بڑھ رہا ہے۔ ایک دلچسپ خبر بھی آخر میں آپ کے گوش گزار کر دوں و یقیناً آپ دلچسپ خبر جاننا چاہیں گے۔ تو جناب وہ یہ ہے کہ ادھر جو لوگ صوبائی کابینہ میں شامل ہونے سے ایک روز قبل تک آئی جے آئی کے سربراہ میاں نواز شریف کی حمایت کا یقین

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

شبیر احمد سلطانی

وزیراعظم کا دورہ فیصل آباد اور تحریک تحفظ ناموس رسالت کا جلسہ

تحریک تحفظ ناموس رسالت نے تقریباً پانچ ماہ بعد شیطان رشدی کے خلاف احتجاجی مہم دوبارہ شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس سے قبل سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" کے خلاف پہلا جلوس ۱۲ فروری ۸۹ء کو اسلام آباد میں نکالا گیا۔ اس پُرامن احتجاجی مظاہرے پر پولیس نے فائرنگ اس وقت کر دی جب جلوس امریکی سینٹر کی طرف بڑھ رہا تھا ایک اطلاع کے مطابق ۷ مسلمان شہید ہو گئے۔ یہ وہ وقت تھا جب ملک میں مکمل طور پر جمہوریت کا راج تھا۔

اس کے بعد جولائی کے آخر میں تحفظ ناموس رسالت کانفرنس جناح ہال لاہور میں منعقد ہوئی اور دوسری کانفرنس مورخہ ۱۲ اگست بروز ہفتہ کو فیصل آباد میں ہوئی۔

سانحہ اسلام آباد کے خلاف مسلمانان فیصل آباد نے اپنی دینی غیرت کا مظاہرہ کرنے کے لیے ۱۲ اگست کی شام [illegible] عظیم الشان تحفظ ناموس رسالت کانفرنس کا اہتمام کیا۔

جس روز تحریک کا فیصل آباد میں جلسہ ہوا۔ اسی روز وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھی فیصل آباد آئیں اور مقامی ایم پی اے چوہدری عمر [illegible] کے قائم کردہ خدیجہ محمود ٹرسٹ ہسپتال کا افتتاح کیا۔ بے نظیر بھٹو کے استقبال کی تیاریاں ۱۰ اگست سے جاری تھیں اور فیصل آباد و سرگودھا سے پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے ایم پی اے اور ایم این اے حضرات استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے۔ بہرکیف بے نظیر بھٹو فیصل آباد [illegible] نے اپنی خبر میں والہانہ استقبال کا مژدہ سناتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ لاکھوں افراد نے محترمہ بے نظیر بھٹو کا استقبال کیا۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ بے نظیر بھٹو کا استقبال جس مایوس کن انداز میں فیصل آباد میں ہوا شاید پورے پنجاب میں ایسی صورتحال سے واسطہ نہ پڑا ہو۔ کیونکہ ایم پی اے اور ایم این اے حضرات کے جمع شدہ افراد کا ایک مخصوص گروہ وزیراعظم کی کار کے آگے پیچھے روایتی انداز میں نعرے بازی کرتا ہوا جا رہا تھا۔

کیونکہ تحریک تحفظ ناموس رسالت کے راہنما بھی کھل کر میدان میں اتر چکے ہیں۔ اس تحریک میں سوائے پیپلز پارٹی اور طاہر القادری کی [illegible] تحریک کے تمام سیاسی جماعتوں اور مذہبی جماعتوں کے لیڈر ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو چکے ہیں۔ اور تحریک نے اسی پلیٹ فارم کو "تحفظ ناموس رسالت" کا نام دیا ہے۔ گو فیصل آباد میں جلسہ مختصر نوٹس پر بلایا گیا تھا اور اس جلسہ کا تمام تر انتظام جمعیت علماء پاکستان فیصل آباد کے صدر پیر سید نذر حسین شاہ اور علامہ سید احمد [illegible] کے سپرد تھا۔ جلسہ اس لحاظ سے کامیاب ترین جلسہ تھا کہ اسلامیان کی بڑی تعداد نے اس میں شرکت کر کے اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت پیش کیا اور اس بات کا اقرار کیا کہ [illegible] پاکستان میں کوئی طاقت ناموس رسالت کا تقدس پامال کرنے میں [illegible] اور حکومت کو کسی طور پر بھی برداشت نہیں کریں گے۔

تحفظ ناموس رسالت کانفرنس [illegible] علامہ سید احمد سعید کاظمی [illegible] پاکستان [illegible]

[illegible]

پاکستان [illegible]

باقی صفحہ ۳۰ پر

وزیراعظم کا دورہ فیصل آباد اور تحریک تحفظ ناموس رسالت کا جلسہ

بقیہ: فیصل آباد کی ڈائری

ناموس مصطفےؐ کا تحفظ ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے
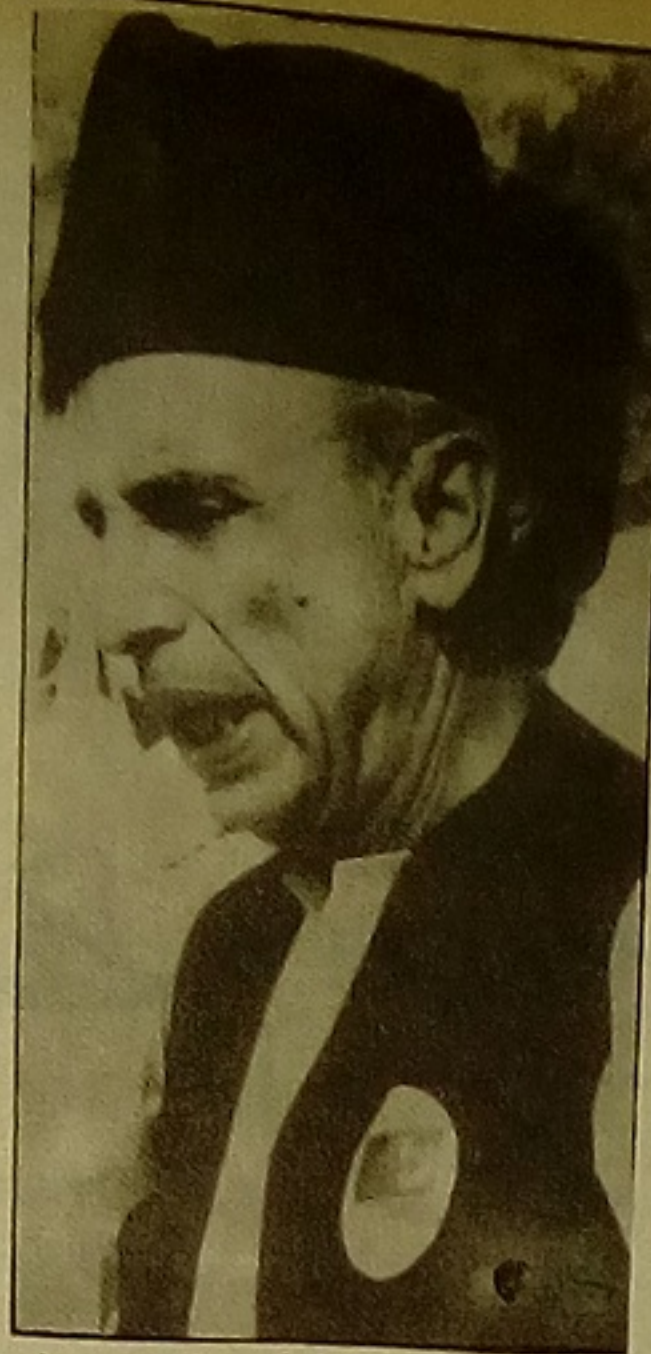
ذتربیت جمعیت علماء پاکستان نے صدارتی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جو بھی شمع رسالت کا پروانہ مرتد سلمان رشدی کو اس کے انجام تک پہنچائے گا اس کو دنیاوی خراجِ تحسین کے علاوہ عاقبت میں بھی اعلیٰ مقام ملے گا۔

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی سیکریٹری جنرل بطل حریت مجاہد ملت اور تحریک پاکستان کے نامور کارکن مولانا عبدالستار خان نیازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا آج تمام مکاتب فکر کا ایک جگہ اکٹھے ہونے کا مقصد یہ ہے کہ آج بھی اہل اسلام میں تمام جماعتوں کے مسلمان ناموس رسالتؐ اور ناموس مصطفےؐ کے لئے فرد واحد بن کر اکٹھے ہوتے ہیں۔ ناموس رسالتؐ کے بغیر پاکستان بچ نہیں سکتا ہے کیونکہ قائداعظم نے حضورؐ کے نام پر ہی یہ ملک قائم کیا تھا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ عورت کو سربراہ تسلیم کرنا اسلام اور نظریۂ پاکستان سے غداری ہے عورت کی سربراہی تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ اور اسلام میں عورت کا سربراہ ہونے کا تصور موجود نہیں ہے جو گروہ یا علماء عورت کے سربراہ ہونے کی کوئی دلیل دیتے ہیں وہ گمراہ ہیں اور نبیؐ سرور کائنات کی تعلیمات سے انحراف کرتے ہیں۔ مولانا نیازی نے کہا کہ ہم بنیاد پرست نہیں بلکہ توحید و رسالتؐ پرست ہیں اور ہمیں بنیاد پرست کا طعنہ دینے والے خود بے بنیاد پرست ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکی سامراج نے عالم اسلام کے خلاف جو سازش کی ہے پاکستان کے غیرت مند مسلمان اس سازش کو ناکام بنا کر دم لیں گے۔

آخر میں نواب زادہ نصراللہ خان نے تفصیل کے ساتھ سانحۂ اسلام آباد پر روشنی ڈالی اور کہا کہ ہم اس مسئلہ کو پھر قومی اسمبلی میں اٹھائیں گے اور اسلام آباد کے شہیدوں کے لہو کے ایک ایک قطرہ کا حساب اس حکومت سے لیں گے جو یہودیوں اور امریکیوں کو خوش کرنے کی خاطر تحفظ ناموس رسالتؐ کے پروانوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیتی ہے اور الٹا الزام ہم پر عائد کرتی ہے۔ میں ان تمام الزامات کی تردید کرتا ہوں اور سانحۂ اسلام آباد کی ذمہ داری اس حکومت کو قرار دیتا ہوں۔ جو کہ شواہد کی روشنی میں مجرم ہے انہوں نے کہا کہ سانحۂ اسلام آباد کے ذمہ دار افراد کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور شہیدوں کے ورثاء کو معاوضہ ادا کیا جائے۔ انہوں نے کہا ہماری تحریک جاری رہے گی۔

ایک مخصوص گروہ
وزیر اعظم کی کار کے
آگے پیچھے نعرہ بازی کرتا ہوا جا رہا تھا

یہ جلسہ رات ۲ بجے تک جاری رہا۔ جلسے کا تمام نظم و نسق انجمن طلبہ اسلام اور انجمن نوجوانان اسلام کے کارکنان نے بڑے احسن طریقے سے سنبھالا۔

صدمہ

جمعیت علماء پاکستان تاندلیانوالہ کے جنرل سیکریٹری خالق جاوید نورانی کے والد محترم انتقال کر گئے ان کے والد کے انتقال پر جمعیت علماء پاکستان کے راہنماؤں پیر سید نذر حسین شاہ، پیر انوار حسین قادری، علامہ سعید احمد اسعد، شبیر احمد سلطان، مرزا ضیاء الحق بیگ، نیاز احمد جاوید۔ انجمن طلبہ اسلام کے جمشید ذوالفقار نورانی، اعجاز ملک، عزیز صدیقی، علی رضا انجم نے گہرے دکھ کا اظہار کیا۔

بقیہ: بات نکلے گی...

اندرا گاندھی اسکول کی وہ لڑکی ہے جو محنت تو بہت کرتی ہے لیکن کم عقل ہے۔ وہ ایک ایسی عورت ہے جس میں پیش بینی کی بھی کمی ہے اور قوت تخیل بھی موجود نہیں ہے آگے چل کر بھٹو نے اندرا کے تعلیمی ریکارڈ کا بھی ذکر کیا اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "اتنے پست ریکارڈ والی لڑکی آکسفورڈ سے ہسٹری کی ڈگری کیسے لے سکتی ہے۔ میں نے تو یہ کورس تین کے بجائے دو سال میں مکمل کر لیا تھا لیکن وہ تین سال میں بھی یہ کورس مکمل نہ کر سکی تھیں۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ... بھٹو تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھے لیکن پھر بھی ذوالفقار علی بھٹو نے بہت ہی ہمت "استقامت" کا مظاہرہ کرتے ہوئے اندرا گاندھی سے مذاکرات کا تصفیہ کیا۔ کہاں تو وہ اقوام متحدہ میں ہزار سال تک جنگ کرنے کی بات کرتے تھے اور کہاں اب وہ ایک شکست خوردہ ملک کے سربراہ کی حیثیت سے اپنے سب سے بڑے دشمن کے رحم و کرم پر تھے۔

شملہ معاہدے پر دستخط کرنے کے بعد ذوالفقار علی بھٹو واپس وطن آ گئے۔ لاہور کے ہوائی اڈے پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا "میرا کبھی بھی یہ ارادہ نہیں تھا کہ میں ایک اور معاہدہ تاشقند کرواں۔ دوسرا معاہدہ تاشقند میری لاش پر گذر کر ہی کیا جا سکتا ہے۔

ہم نے کشمیر جیسے اہم مسئلہ پر کوئی سودے بازی نہیں کی اور بھارتیوں کو صاف صاف بتا دیا کہ کشمیر کے عوام کو ان کا حق خود اختیاری ملنا چاہیے" عوام نے اس پر بھٹو کو بھرپور داد دی۔ اندرون ملک سیاستدانوں نے شملہ معاہدے کے خلاف کوئی قابل ذکر قدم نہیں اٹھایا۔ شاید سب کو ہی حالات کا علم تھا لیکن بھٹو صاحب کے روایتی حریف اصغر خان اور جماعت اسلامی چپ نہ رہ سکے۔ اصغر خان نے الزام لگایا کہ بھٹو نے بھارت کو کنفیڈریشن کی تجویز پیش کی ہے جب کہ جماعت اسلامی نے کہا کہ معاہدہ شملہ تو معاہدہ تاشقند سے بھی برا ہے۔ لیکن یہ دونوں حریف عوام کو حرکت میں نہ لا سکے۔ شاید عوام ان سیاستدانوں سے زیادہ باشعور تھے اور حالات کی نزاکت کا اندازہ بہتر طور پر کر سکتے تھے۔

ایم کیو ایم کے سرگرم رکن امتیاز راجپوت کو ایک ماؤذر اور متعدد گولیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا

۲۸ اگست ۸۹ء کو سینٹرل جیل حیدرآباد میں قیدیوں کی بغاوت کا سنگین واقعہ پیش آیا جس کا پس منظر اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ۳۰ ستمبر ۸۸ء کو جو سنگین واقعہ حیدرآباد کی تاریخ میں ہی نہیں بلکہ پاکستان کی تاریخ میں سیاہ ترین دن ہے۔ اس تاریخ کے قتل عام کے مجرموں کو جیل میں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی جاری تھیں اور اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ ایک لسانی تنظیم کا جھنڈا لگا کر جشن منایا گیا اور ۳۰ ستمبر کے ملزموں کو رہا کرنے کا وعدہ کر کے ان کے حوصلے اس حد تک بڑھا دیے کہ انہوں نے حیدرآباد جیل کے اندر ۳۰ ستمبر کا سانحہ دہرانے کی کوشش کی۔

حیدرآباد کے عوام اس واقعے کے رونما ہونے کو ایک سازش قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس سازش کے ذریعے ۳۰ ستمبر کے مجرموں کو کسی طرح رہا کرانا مقصود تھا۔ مگر یہ سازش کامیاب نہ ہو سکی۔ سینٹرل جیل حیدرآباد کے سپرنٹنڈنٹ میجر غلام حسین کھوسو کے اس بیان سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جیل کی ۱۴۵ بیرکوں کے تالے توڑ دیئے گئے... ۵ قیدیوں نے مل کر مرکزی دروازوں کو توڑا اور بیرکوں کی چھتیں بھی توڑ دی گئیں۔

سابق سپرنٹنڈنٹ جیل حیدرآباد نے ایسے سنگین مجرموں کو سہولتیں فراہم کر کے جیل میں بغاوت کے حالات پیدا کرنے میں بھر پور کردار ادا کیا۔ اب

۳۰ ستمبر کے سانحے کے ملزمان ظفر یمین، حمید یمن، جاوید [illegible] اور ڈاکٹر بلیدی یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ موجودہ سپرنٹنڈنٹ کو [illegible] کیا جائے اور قیدیوں کو دی جانے والی تمام سہولتیں جاری رکھی جائیں۔

۳۰ ستمبر کے سانحے کے ملزمان کو ڈی آئی جی جیل خانہ نے بلایا اور کہا کہ مذاکرات کے لئے قیدیوں کے مطالبات معلوم کریں تاہم ۱۲ بجے دوپہر سانحہ حیدرآباد کے اہم ملزم جانو آرائیں اور ڈاکٹر بلیدی بھی ان کے ہمراہ آئے اور کہا کہ ہم خود ڈی آئی جی جیل خانہ اور ڈپٹی کمشنر حیدرآباد سے بات کریں گے۔ اس موقع پر انہوں نے مطالبہ کیا کہ جیل سپرنٹنڈنٹ میجر غلام حسین کھوسو کو فوری طور پر برطرف کیا جائے قیدیوں کو دی گئی تمام سہولتیں جاری رکھی جائیں انہیں جیل میں بہتری لانے کی اجازت دی جائے اور جیل میں آزاد گھومنے کی بھی اجازت دی جائے اس موقع پر ڈی آئی جی جیل نے کہا کہ آپ کو تمام سہولتیں قانون کے مطابق دی جائیں گی۔ جیل سپرنٹنڈنٹ کا تبادلہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے اس کے بعد چار پانچ مرتبہ اسی طرح مذاکرات کا دور ہوا اور شام ۴ بجے ڈی آئی جی جیل قیدیوں سے مذاکرات کے لئے اندرونی گیٹ پر گئے تو پیچھے سے ان پر دو فائر کئے گئے اور انہیں جیل کے اندر کھینچنے کی کوشش کی گئی۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر حمید اور احمد نوساری کو بھگا دیا گیا کہ وہ مذاکرات میں نہ آئیں۔ بالآخر شام ۶ بجے جیل سپرنٹنڈنٹ غلام حسین کھوسو نے چھت پر چڑھ کر میگا فون کے ذریعے تمام قیدیوں کو خبردار کیا کہ وہ ۱۵ منٹ کے اندر بیرکوں میں چلے جائیں ورنہ جیل کا کنٹرول ضلعی انتظامیہ کے حوالے کر دیا جائے گا اس کے بعد ایک سپاہی کو چھت سے نیچے پھینک دیا گیا جب کہ ... سر کو اینٹوں سے کچل کر شدید زخمی کر دیا گیا۔ اسی دوران جیل کی مین اور آخری مرکزی دیوار پر یلغار کر دی گئی جس کے بعد سپاہیوں نے فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ۹ قیدی ہلاک اور ۱۳ زخمی ہو گئے۔

یہ تھی وہ تمام تر صورتحال جس پر حیدرآباد جیل میں بغاوت ہوئی جس پر سندھ قومی اتحاد نے بھرپور مظاہرہ کیا۔ پریس کلب کے سامنے قیدیوں کی غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی گئی اور اعلان کیا گیا کہ پورے سندھ میں تین روزہ یوم سیاہ منایا جائے گا ___ اس سلسلے میں احتجاجی جلسے اور جلوس ہوں گے ___ مکانوں اور دکانوں پر سیاہ پرچم لہرائے جائیں گے ___

بدھ ۳۰ اگست کی صبح نور محمد ہائی اسکول میں طلباء کے دو گروہوں کی جانب سے نعرہ بازی شروع ہوئی اور اپنی کلاسوں کا بائیکاٹ کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے پتھراؤ اور نعروں سے تمام دکانیں بند ہو گئیں۔ اصل میں اس واقعہ کا پس منظر یہ بتایا جاتا ہے کہ منگل کے دن طلباء اپنے ایک ساتھی کو نامعلوم نقاب پوشوں کے ہاتھوں زخمی ہونے پر احتجاج کر رہے تھے۔ طلباء کے اس ہجوم کو ختم کرنے کے لئے انتظامیہ بھی حرکت میں آ گئی۔ طلباء نے تمام اسکول پر پتھراؤ کر کے چھٹی کرا دی۔ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایم کیو ایم کے ایک سرگرم کارکن امتیاز راجپوت کو اسلحہ سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ مارکیٹ پولیس کی رپورٹ کے مطابق مارکیٹ پولیس کے ایس ایچ او جتوئی نے نور محمد ہائی اسکول پر طلباء کے دو گروہوں میں تصادم کے دوران ٹریفک پر پتھراؤ کرتے ہوئے ایم کیو ایم کے ایک سرگرم کارکن امتیاز راجپوت کو ایک ماؤذر اور متعدد گولیوں سمیت گرفتار کر لیا۔ پولیس کے ذرائع کے مطابق ملزم پولیس کو مختلف مقدمات میں مطلوب تھا جس پر تقریباً ۱۸ مقدمات درج ہیں۔

جنرل (ریٹائرڈ) کے۔ ایم۔ اظہر

اس وقت جنرل مرزا اسلم بیگ جیسے تجربہ کار اور ماہر فوجی چیف آف آرمی اسٹاف ہیں

ہر ملک میں ایک متوازن آئین جسے اکثریت نے منظور کیا ہو اور پوری قوم اس کی عزت کرے انتہائی ضروری ہے اور اس طرح آئندہ فوج کو اقتدار پر قابض ہونے سے روکا جاسکتا ہے۔ کوئی بھی آئین متوازن آئین نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں مندرجہ ذیل اوصاف موجود نہ ہوں۔

ا۔ ملک کے تمام باشندوں کے مساوی حقوق۔

ب۔ ریاست کے تینوں ستونوں یعنی انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ میں اختیارات کی مساوی تقسیم۔ اگر کسی آئین میں کوئی بھی ستون دوسرے پر بھاری ہوتا ہے تو ریاست کی عمارت ڈھے جاتی ہے۔ کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اگر انتظامیہ کو زیادہ اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں تو شخصی حکمرانی کا وجود میں آنا لازمی ہے۔ جو جمہوریت کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ پاکستان میں قائد اعظم کی رحلت اور لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد غلام محمد اور سکندر مرزا دونوں قوم کی قسمت سے تباہی کا کھیل کھیلنے لگے۔ اور آخر کار فوجی اقتدار کے لئے راہ پیدا ہو گئی۔

۲۔ اگر مقننہ کو زیادہ اختیارات دے دیئے جاتے ہیں تو جابر اکثریت انتظامیہ اور عدلیہ دونوں پر حاوی ہو کر ان کو غیر مؤثر بنا دیتی ہے۔

۳۔ اگر عدلیہ کمزور ہو تو وہ انصاف اور مساوی برتاؤ فراہم کرنے کی ضمانت نہیں دے سکتی جو ایک آزاد اور خود مختار معاشرہ کے لئے لازمی ہے۔ اگر عدلیہ بہت زیادہ بااختیار ہو گی تو یہ ظالم اور جابر بن سکتی ہے۔ اور اس پر کوئی روک ٹوک نہ ہو سکے گی۔

کسی ملک کے نظام کو صحیح طور پر چلانے کے لئے اس کے شعبوں کی کارکردگی کا محاسبہ ضروری ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ جو نیا آئین بنایا جا رہا ہے (یہ ۱۹۷۲ء کی بات ہے) اس میں ایسے محاسبہ کا خیال رکھا جائیگا۔ اسی صورت میں عوام اس کی عزت اور حفاظت کریں گے اور اس کا حشر ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء جیسے آئین کی طرح نہ ہوگا۔

وفاقی طرز حکومت

ہمارا ون یونٹ کا تجربہ اس وجہ سے ناکام رہا کہ اس میں مرکز کو بہت زیادہ اختیارات مل گئے تھے اور اس لئے ہمیں اسے ختم کرنا پڑا۔ لیکن وفاقی طرز کی طرف رخ موڑنا ایک عبوری اقدام تھا کیونکہ اس کے ساتھ ہی ایک استبدادی حکمرانی شروع ہو گئی

> بے نظیر بھٹو بھی وہی
> غلطی کر رہی ہیں جو
> ان کے والد نے کی تھی

جس میں مرکز کو زیادہ اختیارات حاصل ہونے کا معمول ہے۔ ون یونٹ نے جو مسائل پیدا کئے تھے وہ برقرار رہے اور مغربی حصہ کے چھوٹے حصوں میں احساس محرومی برقرار رہا اور اس کی نوعیت کم و بیش مشرقی پاکستان جیسی تھی۔ اس لئے یہ لازمی ہے کہ وفاق کے چھوٹے حصوں کو بغیر وفاق کو کمزور کئے مناسب خود مختاری دی جائے۔ اور اس طرح پاکستان کا ہر حصہ ایک مستحکم ریاست بن جائے۔ اس مقصد کے لئے دو ایوانوں پر مشتمل قانون ساز اداروں کی ضرورت ہے۔ اور ایوان بالا میں مساوی نمائندگی ہو اور اسے اختیارات حاصل ہوں کہ وفاق کے مختلف یونٹوں کے مفادات کی حفاظت کر سکے اور ان کو اپنی شمولیت کا احساس ہو۔ ایک کمزور ایوان بالا جو صرف دکھاوے کے لئے ہو، ملک کے لئے اثاثہ کے بجائے ذمہ داری بن جاتا ہے اور یہ ملک کی اقتصادیات پر ایک بوجھ بن جاتا ہے۔ قانون سازی کے اختیارات میں یہ ایوان زیریں کے ساتھ شریک رہے اور عام دلچسپی کے معاملات میں اسے خصوصی اختیارات حاصل ہوں۔ اسے وفاقی عدالتوں کے ججوں کے تقرر کا بھی اختیار ہو اور دوسرے بڑے عہدوں پر مثلاً چیف الیکشن کمشنر، ایڈووکیٹ جنرل اور آڈیٹر جنرل کا تقرر بھی ایوان بالا کرے۔ اس طرح بہت سے اعلیٰ سرکاری عہدے ذاتی اور سیاسی دخل اندازی سے محفوظ رہیں گے۔

محکمہ دفاع کے افسران اعلیٰ کا منصفانہ انتخاب

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے بڑی فوج میں جیسے ہماری ہے نیچے درجہ والوں سے حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کے امکانات نہیں ہیں۔ فوج کا اعلیٰ ترین طبقہ ہی عموماً حکومت پر زبردستی قبضہ کرتا ہے۔ اس لئے کمانڈر انچیف، چیف آف اسٹاف اور دوسرے فوجی اعلیٰ عہدیداروں کے انتخاب کرتے وقت احتیاط لازمی ہے۔ ایسے افسروں کا انتخاب جو اقتدار کے بھوکے ہیں ایسے کلیدی عہدوں پر ان کی تعیناتی مسئلہ پیدا کر سکتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ کسی فوجی کی اہلیت اور کارکردگی اس سے متاثر نہ ہو کہ وہ ترقی سے محروم رہ جائے اور کمزور اور نکمے اس کے افسر بن بیٹھیں۔ جنگ کے دوران ایسے افراد بیکار ہوں گے۔ ہاں میں ہاں ملانے والے جن کے اپنے کوئی نظریے نہ ہوں بھی اس ضمن میں ناقابل ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے حق کی ٹھیک پیروی نہ کر سکیں گے اور اس سے ملک کی سلامتی اور سالمیت کو خطرہ ہو سکتا ہے۔

مالی امور میں حکومت سے رابطہ ان کی ذمہ داریاں ہوں۔
مالی امور کا بھی وہ ہی ذمہ دار ہو۔

جیسا کہ تجویز کیا گیا ہے اگر اس وقت فیلڈ کمانڈر کا تقرر ممکن نہ ہو تو ہمیں دوسری جنگ عظیم کے امن معاہدہ کے بعد کی جرمن فوجی تنظیم کی طرز پر اپنی فوج کی تشکیل کرنا چاہئے انہیں صرف اس کی اجازت مل گئی کہ وہ صرف ایسی فوج بنائیں جس کے پاس بھاری اسلحہ اور ہوائی فوج نہ ہو اور ایسی فوج صرف ان کی اندرونی حفاظت کے مقاصد کے لئے ہو۔ بیرونی حملہ سے ان کے بچاؤ کی ذمہ داری اتحادیوں نے لے لی۔ جرمن خود بھی کسی بہت بڑی فوج کے بنانے کے مخالف تھے کہ بغیر کسی مقصد کے وہ تیسری جنگ عظیم میں ملوث ہو جائیں لیکن مغربی جرمنی کو روس اور اس کے ساتھیوں سے واقعی خطرہ تھا۔ انہیں نیٹو اتحادیوں پر اعتبار نہ تھا کہ وہ ان کی مدد کو آئیں گے۔ اور تیسری جنگ عظیم شروع ہو جائیگی۔ اس لئے انہوں نے سول انتظامیہ کا اختیار برقرار رکھتے ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ باقاعدہ فوج کی تشکیل اور اس کے ارتقا کے لئے جنرل ہیڈ کوارٹر کے بجائے ایک فوجی انسپکٹریٹ کی بنیاد رکھی اور ایک ماہر ریٹائرڈ افسر کو فوج کا انسپکٹر جنرل مقرر کیا۔

اگرچہ فوج کا یہ انسپکٹر جنرل فوج بھرتی کرنے اور فوجیوں کو تربیت دینے اور اسلحہ فراہم کرنے کا ذمہ دار تھا لیکن فوج براہ راست اس کے ماتحت نہ تھی اس لئے اسے فوج کی جنگی کارروائیوں میں کوئی دخل نہ تھا۔ اس طرح فوج کے فروغ اور تنظیم میں کسی رکاوٹ کے بغیر اس پر سول انتظامیہ کا اختیار برقرار رہا۔ ساتھ ہی فوج کے تینوں سربراہوں یا فوج کے انسپکٹر جنرل کو بہت زیادہ اہمیت بھی حاصل نہ ہوئی۔ انسپکٹر جنرل نے فوج کے تینوں سربراہوں کی اعانت کی۔ دران کے [illegible] میں شمولیت لی لیکن وہ اپنا اقتدار بڑھا نہ سکا۔ جونکہ اسے فوج پر براہ راست اختیار حاصل نہ تھا اور نہ ہی وہ کسی اہم عہدہ کا حامل تھا۔

سفارشات

میں ملکی ضروریات کے تحت چند تبدیلیاں کرتے ہوئے ایسے ہی ایک نظام کی سفارش کرتا ہوں۔ میری رائے میں انسپکٹریٹ کا کام معائنہ کرنا اور انسپکٹر کے فرائض میں ہم آہنگی پیدا کرنا اور مشورہ دینا ہو۔ اسے فوج کے تینوں شعبوں پر براہ راست تسلط نہ ہو۔ اس طرح اسے تمام اختیارات غصب کرنے سے باز رکھا جا سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ جس مقصد کے لئے اس کی تنظیم کی گئی ہے وہ بھی حاصل ہو جائیگا یعنی کہ حکومت اور فوج کے تینوں شعبوں کے درمیان رابطہ قائم رکھنا اور اس طرح اس کا اختیار بھی برقرار رہے گا۔ میری [illegible] مندرجہ ذیل ہیں۔

تنظیم

۱۔ فوج کا انسپکٹر یا چیف انسپکٹر فوج کے تینوں شعبوں کے انسپکٹروں سے تمیز رکھنے کے لئے جو بھی اس کے عہدہ کا نام دیا جائے ایسا فرد ہونا چاہئے جو فوج میں جنرل یا لیفٹیننٹ جنرل کے عہدہ پر فائز ہو یا ریٹائرڈ ہو چکا ہو۔ اور اسے جنگ اور امن کے دوران فوج کا تجربہ ہو۔ دوسری فوجی تنظیمیں یا سول انتظامیہ میں مہارت مزید بہتر ہی ہوگی۔ (میں اس عہدہ کا نام انسپکٹر جنرل رکھنے کے حق میں نہیں ہوں۔ اس سے انسپکٹر جنرل آف پولیس کا عہدہ گڈمڈ ہو جائے گا۔)

۲۔ اس کے تین ماتحت ہوں۔ (ریٹائرڈ میجر جنرل یا اس کے برابر کے عہدہ کے) اس کے علاوہ ان کا ضروری عملہ ہو جو بری، بحری اور ہوائی فوج کے انسپکٹروں کے ماتحت ہو۔

۳۔ ہر انسپکٹر کے عملے کا سائز اس کے شعبہ میں کام کے تناسب سے ہو۔ اور اس میں ماہرین، تربیت، نقل و حمل، دفاعی پیداوار اس کی دیکھ بھال کرنے والے شامل ہوں۔ اور ان کا تعلق فوج کے تینوں شعبوں سے ہونا چاہیے۔

> **فوجی کی حب الوطنی**
> **پر شبہ کرنا اس کی**
> **بے عزتی ہے**

کمان کا حلقہ

چیف انسپکٹر کو براہ راست سپریم کمانڈر کو جوابدہ ہونا چاہئے نئے آئین کے تحت جب وزیر اعظم انتظامیہ کا سربراہ ہو جاتا ہے تو یہ اسے یا وزیر دفاع کو جوابدہ ہو گا۔ اس کو فوج کے تینوں شعبوں پر براہ راست عملی اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اس کی تمام رپورٹیں اور ہدایات فوج کے تینوں شعبوں کو وزارت دفاع کے توسط سے بھیجی جائیں گی۔ اور وہ ان پر کارروائی کریں گے۔ اس کا کام بہتر طریقہ سے انجام پانے کے لئے اسے اور اس کے عملہ کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ فوج کے تینوں شعبوں کے کاغذات براہ راست دیکھ سکیں گے۔ اور ان کی تنظیمات، ادارے، تنصیبات اور دفتروں کا معائنہ بھی کر سکیں گے۔

(کمان کے حلقے کے لئے منسلکہ نقشہ ب ملاحظہ فرمائیں)

فرائض

۱۔ چیف انسپکٹر صرف نگرانی کرے گا، مشورہ دے گا، تربیت دے گا۔ اور ایسا وہ فوج کے تینوں شعبوں میں کرے گا۔ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مختلف فوجی حصوں اداروں اور دفتروں میں دورے کرے گا۔ دراصل وہ گورنمنٹ کی آنکھوں اور کانوں کے فرائض ادا کرے گا۔ اور اس طرح حکومت اور پارلیمنٹ فوج کے معاملات میں قوم کا پیسہ خرچ ہونے اور فوجی کارکردگی سے باخبر رہے گی۔

۲۔ اس کام کے لئے فوج کے تینوں شعبوں کے درمیان ان کی کارکردگی، تربیت اور دیگر معاملات میں باہمی ربط وضبط قائم رکھنا ہوگا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے وہ فوج کے تینوں چیف آف اسٹاف کے تمام اجلاسوں کی صدارت کرے گا۔

۳۔ اس کے علاوہ انسپکٹریٹ کو مندرجہ ذیل فرائض بھی انجام دینا ہوں گے۔

ا۔ ڈیفنس بجٹ پر مشورہ۔

آج کل فوج کے تینوں شعبے بجٹ کی تجاویز تیار کرتے ہیں۔ اور وزارتِ دفاع انہیں یکجا کرکے وزارت مال کو پیش کرتی ہے۔ فوج کا ہر شعبہ زیادہ سے زیادہ رقم کا مطالبہ کرتا ہے اور جو زیادہ شور مچاتا ہے اسے بڑا حصہ ملتا ہے اور اس وقت اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا کہ اس سے قومی سلامتی کو نقصان ہو سکتا ہے۔ کوئی غیر متعصب ماہر پیشہ فرد ایسا نہیں ہے جو وزارت کو بے لاگ مشورہ دے کر وہ ان کی ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے رقم کی تقسیم کرے کر دہ ملک کی سلامتی میں معاون ہو۔ چیف انسپکٹر ہی ایسا بے لاگ ماہرانہ مشورہ دے سکتا ہے۔ آخری فیصلہ کا اختیار وزارت دفاع اور مال کے ہاتھوں میں ہوگا۔

ب۔ تینوں شعبوں میں افسروں کی ترقی کیلئے مشورہ۔

اس وقت ہیڈ آف سروس کے علاوہ تمام تقرریاں سروس چیفس کرتے ہیں یا ان کے مشورہ سے ہوتی ہیں۔ کچھ سروسز نے اعلیٰ افسران کی کمیٹیاں بنائی ہیں۔ جو انتخاب کرتے ہیں اور دوسروں میں صرف چیف آف اسٹاف کی اپنی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں چند ناخوشگوار رسمیں پڑ گئی ہیں۔ کچھ اچھے افسر فوج سے چلے گئے ہیں کیونکہ ان کے چیف آف اسٹاف (پہلے کے کمانڈران چیف) سے ذاتی اختلافات تھے یا ان کی شخصیت پر حرف آتا تھا۔ بریگیڈیئر کے عہدہ (بحریہ اور ہوائی فوج میں کموڈور) تک ترقی چیف آف اسٹاف کے اختیار میں ہو۔ ان عہدوں سے بڑے عہدوں پر ترقی ایک خصوصی کمیٹی کے تحت ہو جس کا صدر چیف انسپکٹر ہو۔ اور چیف آف اسٹاف، انسپکٹر اور تینوں شعبوں کے متعلقہ افسران اس میں شامل ہوں۔ چیف

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

جہاد اور ملی اتحاد

حج اتحادِ ملی کو اجاگر کرتا ہے

عالمگیر دین ہونے کے ناطے سے اسلام ایک عالمگیر قومیت کا بھی داعی ہے۔ اور اس عالمگیر قومیت میں اتحاد و اتفاق کے لیے وعظ و نصیحت بھی کرتا ہے اور عبادات کے نظام و اخلاقی نظام میں بھی اتحاد ملی کی اہمیت کو سامنے رکھتا ہے کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں اتحاد ملی کا مقصد پوشیدہ نہ ہو۔ وعظ و نصیحت کی چند مثالیں قرآن پاک میں یوں آئی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔"

(آل عمران ۱۰۳)

"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ میں نہ پڑو" ایک اور جگہ پر تفرقہ بازی سے یوں منع کیا گیا ہے۔

"واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم" (الانفال ۴۶)

"اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا۔" اسی طرح ایک جگہ پر مسلمانوں کو آپس میں اختلاف کرنے سے روکنے کے لئے یوں وعید فرمائی۔

"ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینٰت واولٰئک لھم عذاب عظیم" (آل عمران ۱۰۵)

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے۔ اور احکام بیّن کے آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔" اللہ تعالیٰ بار بار مسلمانوں کو متحد رہنے اور آپس کے اختلاف سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔

"ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ"

(الشوریٰ ۱۳)

"(وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔"

اگر عبادات اور اخلاقی نظام کو لیں تو ان میں بھی اتحاد ملی کا فلسفہ اظہر من الشمس ہے۔ مثلاً نماز ایک امام کے پیچھے ایک ہی صف میں بلا امتیاز رنگ و نسل، زبان و علاقہ، امیر و غریب، شاہ و گدا کے کھڑے ہونے اور اسی فرق کے خاتمے کے لیے ہمیں باجماعت نماز کی ادائیگی کی اہمیت قرآن و حدیث میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اسی طرح حج کو لیں تو یہ بھی اتحاد ملی کو اجاگر کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ امیر و غریب کے درمیان نفرتوں اور کدورتوں کو ختم کر کے ایک دوسرے کے لئے ہمدردی اور ایثار کے جذبات کو فروغ دے کر اتحاد ملی کو مستحکم کرنے کا باعث بنتی ہے۔ جہاد بھی اتحاد ملی میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اس کی وضاحت سے پہلے جہاد کا مفہوم، اقسام اور اہمیت بیان کی جاتی ہے۔ یعنی جہاد کا مقام اور جہاد کرنے والے کو جو مقام حاصل ہوتا ہے اس کی وضاحت ہو جائے۔ کیونکہ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے مسلمان قوم وہ تمام باطل نظریات جو اس میں پیدا ہو چکے ہیں اور مسلمان کو مسلمان سے نفرت، کدورت، بغض و عناد رکھنے کا اور آپس میں لڑنے کا باعث بنے ہوئے ہیں، کو ختم کر کے ایک امت واحدہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اور ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند دشمن کے سامنے آتی ہے۔

جہاد کا مادہ ج ہ د ہے جس کے لغوی معنی وہ کوشش اور محنت جو کسی معین مقصد کے لئے کی جائے (لسان العرب) یہ لفظ قرآن مجید میں کبھی لغوی معنوں میں اور کبھی اصطلاحی معنوں میں متعدد مرتبہ آیا ہے۔

اصطلاح میں اس کے معنی ہیں وہ محنت اور کوشش جو اللہ کے لئے، اللہ کی راہ میں، اسلام کے لئے، نظام ملت کے لئے یا اس کے استحکام کے لئے کی جائے، خواہ وہ مال سے ہو، جان سے ہو یا کسی اور طریقے سے۔ لیکن زیادہ معین معنوں میں جہاد اسلام کا ایک اجتماعی فریضہ بھی ہے اور اس کی انجام دہی میں بطور عبادت ہر وہ کوشش اور محنت شامل ہے جو ملت کے استحکام میں جملہ اجتماعی امور میں، عام مجاہدوں سے لے کر ملت کے معین مصالح، مثلاً حق کی سربلندی، اعلائے کلمۃ اللہ، مظلوموں کی حمایت، حملہ آوروں کا مقابلہ اور اس میں آگے بڑھ کر ان کی کمین گاہوں، رسد گاہوں، چھاؤنیوں، سلسلہ رسل و رسائل اور ان کی مرکزی قوت کو ختم کرنے تک سب امور شامل ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ جہاد صرف قتال کا نام نہیں بلکہ استحکام ملت کی ہر کوشش کو جہاد کہا گیا ہے۔

(دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۷، ص ۵۴۳)

جہاد کی اقسام میں نمایاں یہ ہیں (i) جہاد بالمال (ii) جہاد بالعلم (iii) جہاد بالنفس۔ جہاد بالنفس کے دو معنی ہیں۔

(i) صوفیہ کی اصطلاح میں جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم اپنے نفس سے جہاد کرنا ہے۔ اسے "جہاد اکبر" کہتے ہیں۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد میں حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہؓ سے فرمایا جو ابھی ابھی لڑائی کے میدان سے واپس آ رہے تھے: "تمہارا آنا مبارک تم چھوٹے جہاد (غزوہ) سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔ سب سے بڑا جہاد اپنی نفسانی خواہشات کو روکنا ہے۔ اسی طرح ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہترین جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرے۔"

(کنز العمال)

(ii) صوفیہ کی اصطلاح میں جہاد بالنفس کا عام مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی جان کو خطرے میں ____ ڈال کر اشا

عصبیتوں کو مٹانے کے لیے جذبہ جہاد کی اشد ضرورت ہے

دین کا فریضہ ادا کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو دینی اصطلاح میں مجاہد (جہاد کرنے والا) کہا جاتا ہے۔ اگر غازی و مجاہد راہِ خدا میں اپنی جانِ عزیز کو قربان کر دے تو اسے شہید کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ جس کی شان کو کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

"ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولٰکن لا تشعرون" (البقرہ ۱۵۴)

"وہ لوگ جو اللہ کے راستہ میں قتل کیے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم ان کی زندگی کو سمجھ نہیں سکتے۔"

ایک جگہ پر تو شہید کو مردہ گمان کرنے تک سے بھی منع کیا گیا ہے۔

> **عدل و انصاف کے قیام سے نفرتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے**

"ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یرزقون" (آل عمران ۱۶۹)

"اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس انہیں رزق ملتا ہے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانے والے شہید ہیں۔ انہوں نے اپنی فانی جانوں کو قربان کیا، حیاتِ ابدی مل گئی۔ فانی زندگی دی، جاودانی زندگی حاصل کی۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

"اسی شہادت اور غزوہ کے عقیدے نے مسلمانوں میں مشکلات کے مقابلہ اور دشمنوں سے بے خوفی کی وہ روح پیدا کر دی۔ جس کی زندگی اور تازگی کا چودہ سو برس کے بعد بھی وہی عالم ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے جو مسلمانوں کو دین کی خاطر جان دینے پر اس قدر جلد آمادہ کر دیتا ہے۔ کہ اس حیاتِ جاوید کی تلاش میں ہر مسلمان بیتاب نظر آتا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جس کی تمنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کی اور فرمایا کہ "مجھے آرزو ہے کہ میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں اور دوبارہ مجھے زندگی ملے اور میں اس کو بھی قربان کر دوں، اور پھر تیسری زندگی ملے اور اس کو بھی میں خدا کی راہ میں نثار کر دوں۔" (صحیح مسلم کتاب الجہاد)

ذرا ان فقروں پر ایک بار اور نگاہ ڈال لیجیے ان میں یہ نہیں ہے کہ میں دوسرے کو مار ڈالوں۔ بلکہ یہ ہے کہ حق کے راستہ میں مارا جاؤں۔ اور پھر زندگی ملے اور پھر مارا جاؤں، پھر زندگی ملے اور پھر مارا جاؤں۔

(سیرت النبیؐ ج ۵ ص ۲۱۵، ۲۱۶)

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ "جو گو اپنا سر ہتھیلی پہ رکھ کر میدان میں اترتے تھے۔ لیکن ان کے سر کا ہدیہ دربارِ الٰہی میں اس وقت اس لئے قبول نہ ہوا کہ ابھی انکی دنیاوی زندگی کا کارنامہ ختم نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی اپنے حسنِ نیت کی بدولت رضائے الٰہی کی سند پائیں گے۔ اسی لئے ان کو عام مسلمان ادب و تعظیم کے لئے "غازی" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (حوالہ سابق)

اگرچہ جہاد کی تمام اقسام اتحادِ ملی اور قومی یکجہتی کا باعث بنتی ہیں لیکن جہاد بالنفس یعنی اللہ کی رضا کے لئے قتال اتحادِ ملی کو فروغ دینے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اگر تاریخِ عرب کی ورق گردانی کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ "جاہلیت میں ہر شخص اپنے قبیلہ کا پابند تھا اور دوسرے قبیلہ پر عرصۂ حیات تنگ کر چکا تھا۔ قبیلوں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور باہم نصر و تعاون مفقود اور بھلائی کا نام ناپید تھا۔ بلکہ یہ لوگ ان چیزوں کو سمجھنے سے بھی قاصر تھے۔ جس طرح یہ انسانیت سے ناآشنا تھے، اسی طرح امت مرحومہ کے وجود کا انکار کرتے تھے۔ بغض، دشمنی، بغض و عناد کو زندگی کا واحد مقصد اور ذریعہ جانتے تھے ہر قبیلہ ہر ممکن طریقے سے اپنی حفاظت و حمایت اور دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا۔ (یہی صورتحال اس جدید دور میں پاکستان میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پائی جاتی ہے) اس وقت دعوت محمدیؐ نے ان کی تمام برائیوں کو دور کر دیا اور عصبیت و نفرت کے فتنہ و شر کا انسداد کر دیا۔ اور تمام قبائل اور خاندانوں کو ملا کر ایک ہی امت بنا دیا۔ انسانی حقوق کو قائم کیا۔ لوٹ مار، قتل و خونریزی کے بجائے باہم نصر و اعانت، اتحاد و اتفاق اور پاک عقیدہ پیدا کر دیا۔ عربوں نے اس دعوت کو قبول کیا۔ اور انسانیت و اخلاق کی اعلیٰ صفات سے متصف ہو گئے۔ اسلامی شریعت تمام پر فائق ہو گئی۔ اس نے قصاص کو برقرار رکھا، ظلم و ستم کی بیخ کنی کر دی، اور عدل و انصاف کو عام کر دیا۔ ہر فرد، ہر سوسائٹی اور ہر قبیلہ کو اپنا اپنا ذمہ دار ٹھہرایا۔

اسلام اور آزادی لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے غلام ہو جانے کی صورت میں آزادی کے لئے جدوجہد لازمی ہے۔ علامہ اقبال نے آزادی کے فلسفہ پر کچھ یوں فرمایا ہے۔

ملا کو ہے ہند میں سجدہ کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ آزاد ہے اسلام

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی مسلمان قوم کو اپنی آزادی یا ملت کا تشخص ختم ہوتے نظر آیا تو وہ جہاد کے لئے نکل آئی اور ملتِ اسلامیہ کے مٹانے کی کوشش کرنے والے ہاتھوں کو توڑنے کے لئے پوری قوم متحد ہو گئی۔ سب مسلمان بلا امتیاز

> **مسلمان سب سے پہلے مسلم قوم کا فرد ہوتا ہے**

رنگ و نسل، زبان و علاقہ، امیر و غریب ایک سپہ سالار کی کمان میں متحد ہو گئے۔ غزواتِ نبویؐ میں اس کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً اوس و خزرج جو اسلام سے قبل ایک دوسرے کے سخت مخالف تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد تمام غزوات میں ایک سپہ سالار کی کمان میں اپنی تلواریں کو صرف اسلام کے دشمنوں کے لئے نیام سے باہر نکالنے لگے اسی طرح غزوۂ بدر میں حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں، جو کافر تھے، کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اسی غزوہ میں کسی کے سامنے بیٹا تھا تو کسی کے سامنے بھائی اور کسی کے سامنے باپ مقابل کھڑا تھا۔ لیکن ان مسلمانوں کی خاندانی حمیت نہ جاگی اور اگر جاگی بھی تو وہ ملی حمیت جاگی۔ یعنی مسلمان ہونے کے ناطے سے باوجود مختلف قبیلوں سے تعلق کے وہ یکجان ہو گئے، اور اپنے ہی قبیلہ سے تعلق رکھنے والے دین کے دشمن کو قتل کرنے سے دریغ نہ کیا۔

قرنِ اوّل میں جب تک مسلمان جہاد میں مشغول رہے اس وقت تک خاندانی عصبیت، قوم پرستی، وطن پرستی

استحکام ملی کی ہر کوشش کو جہاد کہا گیا ہے

[illegible] ہندو [illegible] کے استبداد کے سائے ان سے دور رہا۔ [illegible] جب اس قوم نے جہاد کو فراموش کیا عیش و عشرت اور [illegible] پرستی کی طرف مائل ہوئی تو اس سامراج نے ان کو پاؤں تلے [illegible] مسلمانوں پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی۔ اور کہیں وطن پرستی اور کہیں رنگ نسل اور زبان کی عصبیت نے [illegible] مسلمان قوم کا شیرازہ بکھرتا چلا گیا جا بجا [illegible] اور [illegible] قوم تقسیم کی جانے لگی۔ لیکن جب کسی [illegible] نے مسلمان قوم کی شیرازہ بندی کر کے ایک جھنڈے تلے جمع کیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کا راستہ روکنے میں کامیاب نہ ہو سکی جس کی بہترین مثال برصغیر پاک و ہند میں [illegible] تحریک ہے جب قائداعظم نے مسلمان قوم کی شیرازہ بندی کر کے ایک جھنڈے تلے جمع کیا تو اس وقت [illegible] طاقتیں انہیں شکست دینے کے لئے صف آرا ہو گئیں۔ انہوں نے مسلمان قوم میں انتشار و اختلاف پیدا کرنے کے لئے چند زر پرست اور ناعاقبت اندیش مسلمان [illegible] جاگیرداروں سرمایہ داروں کو اپنے ساتھ ملا لیا لیکن مسلمان قوم جذبہ جہاد سے سرشار بے سرو سامانی کے عالم میں [illegible] منزل مقصود تک جا پہنچی۔ انگریزوں کی عیاری و [illegible] ہندوؤں کی مکاری اور [illegible] کی غداری بے [illegible] جس پر مسلمان قوم کو ایک وقت سامنا کرنا پڑا [illegible] مسلمان قوم پر ظلم و ستم ڈھائے [illegible] متحد ہوتے چلے گئے۔ جہاد کی شمع [illegible] سے فروزاں تر ہوتی چلی گئی اور [illegible] دنیائے عالم کی آنکھ نے وہ منظر دیکھا [illegible] مسلمان قوم سختیوں کو برداشت کرتے ہوئے [illegible] شکست دے کر ایک آزاد خطہ ارضی کے [illegible] دنیا کے نقشے پر ابھر کر آئی۔ اس کامیابی میں جذبہ جہاد ایک ایسی قوت تھی جس نے بکھرے ہوئے [illegible] ایک [illegible] قوم کی شکل میں دنیا [illegible]

پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ جب ہندوؤں نے کشمیر کے بنتے [illegible] پاکستان [illegible] کے [illegible] ہوئے مسلمان اپنے کشمیری بھائیوں [illegible] کشمیری، پٹھان، پنجابی [illegible] کی بجائے مسلمان قوم ثابت کیا اور ایک [illegible] سیسہ پلائی دیوار [illegible] میں ہندوؤں کے خلاف [illegible] ہندوؤں کو اقوام متحدہ کے دروازے پر دستک دینے کے لئے مجبور کر دیا۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں ایک ایسی قوم کی مثال ملتی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں کچھ یوں آتا ہے۔

«وان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون» (المؤمنون ۵۲)

«اور دیکھو یہ تمہاری امت فی الحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تقویٰ اختیار کرو"

پاکستان کے مسلح افواج کے سپریم کمانڈر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے اس وقت ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور کہا "کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ اسے پتہ نہیں کہ اس نے کس قوم کو للکارا ہے" (معلومات پاکستان ص ۹۸)

ایوب خان نے یہ نہیں کہا کہ تم پٹھان ہونے کے ناطے سے، پنجابی، بلوچی یا سندھی ہونے کے ناطے سے میدان کارزار میں کود پڑو۔ بلکہ اس نے مسلمان قوم کی علامت یعنی

> **نفس سے جہاد**
>
> **کو جہاد اکبر کہتے ہیں**

کلمہ طیبہ کا ورد کرنے کی ترغیب دے کر کہا کہ ہندوؤں کو پتہ نہیں کہ کلمہ طیبہ پڑھنے والی قوم موت سے نہیں ڈرتی بلکہ اس کے سامنے موت سے بھی افضل چیز موجود ہے جو ایک شہید کو اللہ کی راہ میں قتل ہونے سے ملتی ہے یہ وہ لذت ہے جس کو شہید جنت پر بھی ترجیح دے گا۔ شہید اور اللہ تعالیٰ کے اس مکالمے کو جو شہید کے جنت میں خوش نہ ہونے پر ہوتا ہے۔ حدیث میں کچھ یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

"رب کریم میں نے تیری جنت دیکھی ہے۔ اس کے ہرے کیا کہنے نہریں [illegible] دودھ شہد وغیرہ [illegible] مگر باللہ تیری جنت میں لذت نہیں آتی۔ پروردگار عالم فرمائے گا "اے میری راہ میں جان قربان کرنے والے میری جنت میں کس چیز کی کمی ہے۔

ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون

"تو جو خواہش کرو اور مانگو اس کے اندر موجود ہے۔" شہید عرض کرے گا کہ مجھے وہ لذت جو میدان جہاد میں تلوار کی دھار کے نیچے آتی ہے یہاں نہیں ملتی۔ میری خواہش ہے کہ مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دیا جائے، پھر میدان جہاد ہو۔ دشمن کی تلوار ہو اور میری گردن ہو۔ میرا جسم ہو اور دشمن کے گھوڑے، پھر تیری راہ میں "اقتل" قتل کیا جاؤں "ثم احیی" پھر زندہ کیا جاؤں "ثم اقتل" پھر قتل کیا جاؤں۔ یہ عمل مجھے تیری جنت سے پیارا ہے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں کوئی پاکستانی مسلمان اس لئے جنگ میں شریک نہیں ہوا یا اس نے پاک فوج کے لئے "امدادی رقوم" کپڑے ادویات اور خون وغیرہ نہیں دیا کہ وہ پٹھان ہے، پنجابی، بلوچی، سندھی یا کسی دوسری قوم کا فرد ہے بلکہ اس میں صرف یہ جذبہ کارفرما تھا کہ وہ مسلمان قوم کا فرد ہے اور مسلمان سب سے پہلے مسلم قوم کا فرد ہوتا ہے۔ پٹھان، بلوچ، سندھی پنجابی وغیرہ بعد میں اس وقت پاکستان کی موجودہ قومیتیں یعنی سندھی، بلوچی، پٹھان، پنجابی، سرائیکی یا مہاجر وغیرہ کی جو آج پورے عروج پر ہیں اور مسلمان قوم کو اختلافات اور انتشار و خلفشار کی دلدل میں دھکیلے چلی جا رہی ہیں ان کی کوئی بھی شکل موجود نہیں تھی سب لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے پر فخر محسوس کرتے تھے لیکن اب صورتحال اس کے بالکل برعکس ہے۔

آج ان کدورتوں، نفرتوں، بغض و عناد، خاندان و نسل زبان و علاقے کے امتیازات اور عصبیتوں کو مٹانے کے لئے جذبہ جہاد کی اشد ضرورت ہے اور یہ جذبہ جہاد ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے ہم پھر پاکستان کو صرف مسلمان قوم کا وطن بنا سکیں گے نہ کہ سندھی، بلوچی، پنجابی پٹھان، مہاجر یا سرائیکی کا بلکہ یہ سب چھوٹی چھوٹی قومیتیں، زبانیں اور علاقے مسلمان قوم کے گلستان کے پھولوں میں سے پھول ہیں جن کے اپنے رنگ اور اپنی خوشبو ہے بہرحال ان کا گلستان ایک ہے۔

ان تمام نفرتوں اور عصبیتوں وغیرہ کو ختم کرنے کے لئے جو چیز مجھے اہم نظر آتی ہے وہ "عدل و انصاف کا قیام اور ناانصافی کا خاتمہ ہے اگر ہم جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اپنے ملک میں عدل و انصاف کے قیام اور ناانصافی کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کریں تو کوئی شخص مسلمان قوم میں نفرتوں اور کدورتوں وغیرہ کے بیج بونے میں کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنے حقوق کے حصول کے لئے سندھی، مہاجر، پنجابی، بلوچی، پٹھان اور سرائیکی ہونے کا نعرہ نہیں لگائے گا بلکہ معاشرہ میں عدل و انصاف کے قیام کی وجہ سے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا کیونکہ اسے یہ یقین ہو گا کہ عدالت میں اسے انصاف ضرور مل جائے گا۔

تحریر: عباس احمد آزاد

مسئلہ گلگت و بلتستان، ایک لمحہ فکریہ!

گلگت بلتستان کو صوبائی حیثیت دینے سے دیگر صوبائی تحریکوں کو بھی تقویت ملے گی

مسئلہ گلگت بلتستان پر بحث عروج پر پہنچ چکی ہے۔ اس مسئلے سے متعلق گذشتہ دنوں صدر آزاد کشمیر جناب سردار محمد عبدالقیوم خان نے صدر پاکستان کے نام اپنے مکتوب میں تمام حقائق واضح کر دیئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ذرا گہرائی سے اس بحث کو آگے بڑھایا جائے تاکہ اہل فکر و نظر قبل از وقت ہی حالات کو سمجھ جائیں کہ بات کہاں سے چلی تھی اور کہاں پہنچی۔ کس نے کیا کھویا اور کس نے کیا پایا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ اب مسئلہ کشمیر سے زیادہ اُلجھ کر رہ گیا ہے اور روز بروز اُلجھتا ہی جا رہا ہے۔

مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ آیا ان علاقوں کو آزاد کشمیر اسمبلی میں نمائندگی دی جائے یا ان علاقوں کو کوئی اور آئینی شکل دی جائے۔ اور ذرا تلخ مگر حقیقت یہ ہے کہ سیاچن کی بلندیوں سے لے کر کیماڑی کراچی تک در و دیوار پر ایک ہی نعرہ نظر آ رہا ہے کہ کشمیر سے الحاق نامنظور، گلگت بلتستان کو پاکستان کا پانچواں صوبہ بناؤ۔ اس سلسلہ میں ہر روز بیانات، نعرے اور جلسے جلوس۔ غرض کہ کیا نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات تو ان حضرات کے جذبات کا عالم یہ ہوتا ہے کہ اسٹیج سے آزاد کشمیر کی انتہائی معتبر شخصیات کے خلاف غلیظ قسم کی گالیاں بھی سننے میں آتی ہیں۔ کیونکہ ان کا صرف جرم یہ ہے کہ وہ ان علاقوں کے بابت وہ مؤقف اختیار کئے ہوئے ہیں جس پر عمل کرنے سے نہ صرف آسانی سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے بلکہ اہل علاقہ کو ظلم و جبر سے نجات بھی مل سکتی ہے۔ اور پھر اس خطے کے وسیع تر مفاد کا تقاضہ بھی یہی ہے، یعنی یہ کہ ان علاقوں کو آزاد کشمیر سے ملا دیا جائے۔ تاکہ یہ لوگ جمہوری حقوق سے فیض یاب ہو کر قومی زندگی کے دھارے میں شامل ہوں۔ گویا یہ تھا وہ گناہ جس کے جرم میں آئے دن ان کو گرم سرد سننی پڑتی ہیں۔ جبکہ دوسری جانب ان لوگوں کا مؤقف یہ ہے کہ ان علاقوں کو فی الفور پاکستان کا پانچواں صوبہ بنا دیا جائے۔ لہٰذا آیئے ان حضرات کے اس مطالبے کے سیاسی اور معاشی مضمرات کا جائزہ لیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ شمالی علاقوں کے علاوہ پاکستان میں ایک سے زائد اس نوع کی اور بھی تحریکیں موجود ہیں۔

> **انقلاب ایران کے ساتھ روس کی ہمدردیاں چھپی ہوئی نہیں ہیں**

جو صوبائی حیثیت کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ مثلاً ان میں سر دست جن کا ذکر کیا جا سکتا ہے وہ ایک تو سرائیکی صوبے کی تحریک ہے اور دوسری کراچی کو صوبہ بناؤ تحریک ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر گلگت بلتستان کو صوبائی حیثیت دیدی جاتی ہے تو اس سے ان تحریکوں کو بھی تقویت ملے گی اور جہاں تک ان تحریکوں کے مضمرات کا تعلق ہے وہ سب پر عیاں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کی تفصیلات میں جانا ہماری سردردی نہیں ہے بلکہ اس کا ہم نے ضمناً ذکر کیا ہے۔ ورنہ ارباب فکر و نظر کے لئے یہ معاملات کوئی راز کی بات نہیں ہے۔

دوم یہ کہ جیسا کہ سردار محمد عبدالقیوم خان نے شمالی علاقہ میں چند فرقہ وارانہ رجحانات کی نشاندہی کی ہے۔ بلکہ چند ماہ قبل ملکہ بلتستانی نے ایک پریس کانفرنس کے دوران حلفاً اس بات کا ذکر کیا تھا کہ ہمیں ایک بیرونی طاقت نے علیحدگی کی تحریک میں مدد کرنے کی پیشکش کی ہے۔ جیسا کہ ایک عرصہ سے پاکستان کے ذرائع ابلاغ اور مختلف مکاتب فکر یہ واویلا کر رہے ہیں کہ ان علاقوں میں فرقہ وارانہ تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں بلکہ گذشتہ دنوں یہ صدا اٹھے بازگشت ہندوستانی پارلیمنٹ میں بھی سنائی دی ہے۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ آیا تین بڑی اور دو چھوٹی طاقتوں کے منہ کے سامنے یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ البتہ جہاں تک آغا خان مکتبہ فکر کا تعلق ہے، قیاس یہ کہتا ہے کہ جلد یا بدیر اس تحریک کی کامیابی کے امکانات ہیں اور دو موقر جرائد "ظاہر لاہور" اور "احوال کراچی" مستند حوالوں سے اس پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں بلکہ ان ہر دو جرائد کی رپورٹ کے مطابق جناب پرنس کریم آغا خان کے والد محترم نے اپنی سوانح عمری میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ یہودی بیگم زمان سے کم و بیش پچاس سال تک میرے قریبی تعلقات رہے انھوں نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ ہم نے دولت کے بل بوتے پر یہودیوں کے لئے ایک ریاست حاصل کی لہٰذا آپ بھی اپنے لئے کوئی ریاست حاصل کریں۔ اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اس مکتبہ فکر کو بہت بڑا عالمی اثر و رسوخ حاصل ہے۔

ہر چند کہ یہ امر مسلّم ہے کہ اس خطے میں کوئی بھی فرقہ وارانہ تحریک گروہ نزاع کی کسی بڑی طاقت کے اشارے یا تعاون

قوموں کی تقدیر کے فیصلے جذبات کی رو میں بہہ کر نہیں کئے جاتے۔

...کا جواب نہیں ہو سکتی لہٰذا اس ضمن میں روس کی
...کے بارے میں کچھ اشارے ملتے ہیں مگر کچھ ایسے
...لوگ تو اس بات پر یقین نہیں کرتے۔ چونکہ ان
...کا کہنا ہے کہ اس میں روس کا کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے
بقول ان کے نظریاتی طور پر روس اس نوع کی تحریکوں
کا شدید ترین مخالف ہے۔ البتہ وہ اس خبر کو بھی من گھڑت
نہیں سمجھتے اور ان کی رائے یہ ہے کہ اس تحریک کے
پس پشت امریکہ کا ہاتھ ہے لیکن ذرا غور کیا جائے تو ان
کی یہ رائے کئی اسباب کی بنا پر انتہائی ناقص اور کور چشمی
کے مترادف ہے یا پھر وہ دانستہ حقائق کو چھپا رہے ہیں
مثلاً یہی بات ہے کہ جہاں تک ان کی اس دلیل کا تعلق

ہندوستان کسی وقت بھی جارحیت کا مرتکب ہوسکتا ہے

ہے کہ روس کا اس نوع کی تحریک سے کوئی مفاد وابستہ نہیں
ہے وہ اس لئے بے وزن ہے کہ ایسی کوئی بھی تحریک جو
کہ بحر وحدت اسلامیہ کے خلاف ہوگی لہٰذا وسیع تر مفاد
کی خاطر اگر روس کو کمتر مفاد کو داؤ پر لگانا پڑے تو یہ اس کے
اصولوں کے ہرگز منافی نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔ آخر روس
نے قیام اسرائیل میں بھی تو نمایاں کردار ادا کیا تھا جہاں ان
اصولوں کو یکسر مدنظر رکھا گیا اور پھر حالیہ دنوں میں انقلاب
ایران کے ساتھ بھی روس کی ہمدردیاں کوئی ڈھکی چھپی نہیں
بلکہ ظاہر بات ہے کہ عالمی طاقتوں کے سامنے ترجیحات بعض
اور اصول ہیں یہ توقع بعید از قیاس نہیں کہ وہ ہمیشہ وسیع تر
مفاد کے لئے سب کچھ کر گزرتی ہیں اور پھر موجودہ وقت
ان علاقوں میں چلنے والی کشمیر سے علیحدگی کی تحریک سے
پاکستان کے بائیں بازو کے حضرات کی ہمدردیاں بھی عیاں ہیں
لہٰذا جہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بقول ان حضرات کے
اگر واقعی اس تحریک کے پس پشت امریکہ کا ہاتھ ہے تو پھر
آخر وہ کس بنیاد پر اس تحریک کی حمایت کر رہے ہیں۔ کیونکہ
امریکہ کی سمت مختلف ہے۔ خالصتان میں آپ کو فرق دکھائی
دیتا ہے افغانستان میں آپ کی پالیسی کچھ اور ہے۔

جبکہ گلگت بلتستان میں چلنے والی تحریک آپ کو نمایاں طور پر
دشمن دکھائی دے بھی اور اس میں دیکھا ہے علاوہ ازیں
جہاں تک ان حضرات کی اس دلیل کا تعلق ہے کہ اس تحریک کی
رہنمائی امریکہ کر رہا ہے میرا خیال ہے کہ اس کے لئے اتنا ہی کہنا
کافی ہے کہ امریکہ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ جو اسلامی
ممالک جو مکمل طور پر اس کے حلقہ اثر میں ہیں اس قسم کی کسی
تحریک کی حمایت کر کے ان سے اپنے تعلقات بگاڑے گا!

تاہم جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ شاید ایسی کوئی
بھی مذہبی ریاست روس کے لئے خطرہ ثابت ہو تو اس ضمن
میں یہ عرض ضروری ہے کہ سپر پاور کے لئے ان خدشات
کی کوئی وقعت اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ جب چاہے اپنی
طرف سے ان کا رخ موڑ کر لبنان یا عراق و ایران کے سانچے
میں ڈھال سکتی ہے لہٰذا روس جیسی عالمی طاقتوں کے لئے
ایسی ریاستیں بجائے نقصان کے الٹا فائدہ کا موجب بنتی ہیں
چونکہ وہ ان خلفشار سے فائدہ اٹھا کر اس میں بازی
ہوتے ہیں بھی جیت جاتا ہے لہٰذا اس امکان کو صرف اس
دلیل کی بنیاد پر رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ تحریک روسی نظریہ
حیات سے میل نہیں کھاتی یہی وجہ ہے کہ روس اکثر و بیشتر
ممالک میں ترقی پسند افکار کی حامل تحریکوں کی نسبت رجعت
پسندوں کی حمایت کرتا رہا ہے میرا خیال ہے کہ یہاں اس بات
کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ وقت پاکستان میں دائیں بازو
کی کوئی بھی ایسی جماعت نہیں ہے جو اس تحریک کی
حمایت کر رہی ہو بلکہ تمام کی تمام اس تحریک اور ایسے
افکار کی سمت مخالف ہیں جبکہ بائیں بازو کے تمام ہی حضرات
اس میں پیش پیش ہیں بلکہ کشمیر کی وحدت کے خلاف جتنے
بھی گھسے پٹے دلائل ہیں وہ سب انہی حضرات کی ایجاد ہیں۔
مثلاً یہ کہ اگر یہ لوگ کشمیر میں شامل ہو گئے تو ان کا استحصال
ہوگا۔ کشمیر سے ان علاقوں کے بسنے والوں کی تہذیب و ثقافت
مختلف ہے تاہم جہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی
ان کی کشمیر سے تہذیب و ثقافت مختلف ہے تو پھر پاکستان
سے ان کی تہذیب و ثقافت کا کیا رشتہ ہے بلکہ اس سے
بھی ایک قدم اور آگے چلے جائیں کہ ان علاقوں کا آپس میں
ایک دوسرے سے کیا تہذیبی و ثقافتی رشتہ ہے جبکہ سچ تو
یہ ہے کہ یہ تو آج بھی آپس میں دست و گریباں ہیں اور
ایک دوسرے پر استحصال کا الزام دھر رہے ہیں غرض کہ
ان میں مذہبی ہم آہنگی بھی نہیں ہے۔ آخر ہمارے روشن
خیال اور دانشوروں کو یہ چیزیں کیوں نہیں دکھائی

دے رہیں [illegible] ایشیا [illegible]
سے [illegible] کرکے دیکھیں [illegible] علاقوں کی [illegible]
ہے کہ [illegible] وسط ایشیا [illegible] جنوبی ایشیا [illegible]
مسئلہ [illegible] ان علاقوں کی تقسیم [illegible]
کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن شاید پاکستان کے ترقی پسند اس
غلط فہمی کا شکار ہیں کہ وہ [illegible]
سے دوستی کی پینگیں بڑھا کر افغانستان میں روس کی
شکست کا بدلہ چکا دیں گے لیکن ہمیں [illegible]
یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا دکھائی نہیں دے رہا ہے بات
البتہ ان علاقوں کے جغرافیائی [illegible]
مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

ان علاقوں میں مذہبی کھینچا تانی اس وقت عروج پر ہے۔ !

بہر حال یہ تو صرف چند نکات تھے جو بات سمجھنے
اہل نظر کے گوش گزار کئے ہیں جبکہ دوسری جانب بالفرض
محال اگر ان علاقوں کی مذہبی اور علاقائی کھینچا تانی
جو اس وقت بھی عروج پر ہے مد نظر رکھتے ہوئے
بھی پاکستان صوبائی حیثیت دے دیتا ہے تو اس کا واضح
مطلب در اصل یہ ہوگا کہ ہندوستان کے ساتھ اس کا کوئی
تنازعہ باقی نہیں رہا اگرچہ گمان غالب ہے کہ موجودہ
وقت شاید ہندوستان اس کے خلاف کوئی شدید
احتجاج اس لئے کرے کہ اس کی وجہ سے اس کا ایک
بہت بڑا اعتراض جو نصف صدی سے چل رہا ہے
خود بخود اپنی موت مر جائے لہٰذا امکان ہے کہ وہ رسمی
احتجاج کے بعد چپ سادھ لے چونکہ اس کا وسیع
تر مفاد اسی میں ہے گویا اس کا منطقی نتیجہ یہ ہو گا کہ
ہندوستان موجودہ وقت سیاچن گلیشیر پر جہاں وہ
بیٹھا ہے علاقہ مستقل سرحد بن گیا۔ جہاں تک فوجی امور
کے ماہرین اس بات کا خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس صورت
میں [illegible] کی کیا پوزیشن ہو گی [illegible] بات ہے
کہ اس وقت بھی تو ہندوستان [illegible]

...م نے دولت کے بل بوتے پر یہودیوں کیلئے ایک ریاست حاصل کر لی، آپ بھی اپنے لئے کوئی ریاست حاصل کریں

[illegible] جلد [illegible] جھگڑا بھی سر اٹھائے گی کہ مرکز میں قلت
[illegible] کی وجہ سے جاری شنوائی نہیں ہوتی ہے اور ہمارا تحفظ
[illegible] جا رہا ہے۔

[illegible] یہ تھے وہ چند سرسری واقعات اور حالات جن سے
[illegible] اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان علاقوں کا مسئلہ عاقبت نہ
[illegible] اندیشی کی وجہ سے دن بدن سنگین رخ اختیار کرتا جا رہا ہے۔
[illegible] یہ تمام کچھ کس کا کیا دھرا ہے ظاہر ہے اس کا ایک ہی جواب
[illegible] ہے کہ یہ سب کچھ انہی کشمیر کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے لیکن یہاں
[illegible] سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا گو کہ اس سے
[illegible] کشمیر کو ناقابل نقصان پہنچا اور یہی ان حضرات کا مقصد
[illegible] بھی تھا اہل کشمیر کی ظلم و جبر کی تاریک رات مزید لمبی ہو گئی
[illegible] بہر حال یہ بات نمایاں سر انجام دے کر انہوں نے پاکستان
[illegible] کی بہت خدمت کی کیا یہاں کوئی اور جھگڑا سر اٹھائے یا
[illegible] پالیسی اور انداز سے اپنے سفر کا آغاز کرے اس سے یہ
[illegible] تاریخ کو اپنا فطری سفر جاری رکھنے دیا جاتا۔ کیا
[illegible] ان علاقوں کی کشمیر میں شمولیت پاکستان کے بہترین مفاد اور
[illegible] ان علاقوں میں امن کی ضامن نہ ہوتی؟ یہ نہایت ہی اہم سوال
[illegible] ہر دور میں لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دیتا رہے گا۔

جبکہ دوسری جانب اس کا ایک نہایت ہی افسوسناک
[illegible] پہلو یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے جب ان علاقوں کی بابت آزاد
[illegible] کشمیر کی بجائے ایسٹ انڈین کمپنی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا
[illegible] سے رجوع کیا تو سردار محمد ابراہیم خان جن کو قوم نے
[illegible] اس علاقہ کا پہلا صدر ہونے کا شرف بخشا تھا نے اور جناب
[illegible] پیدائش بمقام بھارتی مقبوضہ کشمیر نے اپنے
[illegible] آقاؤں کو نیک اور دانشمندانہ مشورہ دیا کہ ان علاقوں
[illegible] آزاد کشمیر میں شامل نہ کیا جائے۔ یہ الگ بات ہے
[illegible] انہوں نے [illegible] مشورہ ہی دیا اور ہمارے ان دانا

کا نوٹس اگر وہ مزید سنتر سال اور زندہ رہیں پھر بھی نہیں
کر سکتے کیونکہ لوگوں کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر کوئی مقام حاصل
کر لینا اور بات ہے اور حالات کا صحیح تجزیہ کرنا دوسری بات ہے
اور یہ قدرت کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ ان حضرات کو خدا تعالیٰ
نے اس صلاحیت سے محروم رکھا ہے۔ یہ وقتی مفاد سے بڑھ
کر سوچ ہی نہیں سکتے۔ سردار محمد ابراہیم خان جلسوں میں اسٹیج
سے کچھ اور کہتے رہتے ہیں جب کہ پیچھے ان کے جیالے کارکن
کچھ اور ہی راگ الاپتے نظر آتے ہیں چونکہ اس کے علاوہ اور
کر بھی کیا سکتے ہیں جب کہ ان کے پاس کوئی واضح پروگرام ہی
نہیں ہے کسی حد تک یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ سردار محمد ابراہیم
خان نے محترمہ کو یہ مشورہ کیوں دیا؟ چونکہ ہم ان کے لاشعور
میں چھپے ہوئے خیالات سے اچھی طرح واقف ہیں ان کو یہ
احساس کھائے جا رہا ہے کہ اگر کشمیر آزاد ہو گیا تو ان کو کیا ملے گا؟
کیونکہ ان کی عزت و ذات کی حدیں صرف ان پانچ اضلاع تک
محدود ہیں۔ البتہ ہمارے لئے قابل تعجب بات یہ ہے کہ جناب
صراف صاحب جیسا شخص جس کی جائے پیدائش اس وقت بھی
ہندوستان کے مقبوضہ قدرت میں ہے ان کو یہ کس طرح زیب دیا؟
کیا وہ اس بات کا ادراک نہیں کر سکے کہ ان کا یہ نیک مشورہ
دراصل ہندوستان کے کشمیر پر جابرانہ تسلط کو تسلیم کرنے کے
مترادف ہے کیا اس بات کو سمجھنے کے لئے بھی کسی بڑی عقل کی
ضرورت تھی کہ ان علاقوں کے کشمیر میں شمولیت کے بعد ہماری
تحریک آزادی کو مزید تقویت ملے گی جس کا حتمی نتیجہ دراصل
ہندوستان کے وسیع تر مفاد کے خلاف ہو گا۔

کیا ان ہر دو پاکستان کے نام نہاد خیر خواہوں کو یہ خیال نہیں
آیا کہ اس کے پاکستان پر کیا اثرات مرتب ہوں گے اور اگر یہ مسئلہ
ایک مرتبہ ختم ہو گیا تو ہندوستان کشمیر میں رہ رہا سال تک
ہندوستان کے خلاف نعرہ بازی کرنے والوں کی کس بے دردی

سے نسل کشی کرے گا اور اس صورت میں اس جانب ہجرت در
ہجرت کرنے والوں کا انجام کیا ہو گا لیکن یہ باتیں ان سے پوچھے
والا ہی کون ہے بلکہ گذشتہ دنوں میرے ایک دوست عمران علی
آزاد جو محترم صراف صاحب کے بڑے قدر دان تھے بڑے
شوق سے راولپنڈی میں ملاقات کی اور اس ملاقات کے دوران
موصوف نے بڑے فخر سے فرمایا کہ میں نے وزیر اعظم پاکستان کو
یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ ان علاقوں کو فی الفور پاکستان میں شامل
کر دیں۔ بلکہ انہوں نے فخریہ انداز میں مسکراتے ہوئے یہ بھی کہا
کہ میں نے آزاد کشمیر میں مقیم جموں کشمیر کے مہاجرین کو بھی خطوط
لکھ دیئے ہیں کہ وہاں کیا دھرا ہے تمام کے تمام پاکستان چلے آؤ۔
یہ موقع چونکہ مناسب نہیں ہے ورنہ میں اس پر بھی کچھ عرض کرتا
تاکہ ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ تاہم وقت کا انتظار کریں اس کے
منفی اثرات کا اندازہ اور احساس ہم جیسی کالی بھیڑوں کو خود
ہو جائے گا۔ البتہ میں جہاں صدر آزاد جموں و کشمیر جناب سردار
محمد عبد القیوم خان سے یہ سوال کروں گا کہ ہم لوگ چالیس سال
سے جو کچھ کہہ رہے ہیں ان کو اب بھی اس کا احساس ہوا ہے یا
نہیں؟ کیونکہ بلاشبہ عرصہ چالیس سال سے آزاد کشمیر کی یہ واحد
شخصیت ہے کہ جو ہر حال میں پورے جموں کشمیر کی پاکستان سے الحاق
کے داعی رہے ہیں۔ اسی جرم کے عوض ان کو بارہا کڑی آزمائشوں
سے بھی گذرنا پڑا۔ پتھر بھی کھائے، گالیاں بھی سنیں، اپنوں کو
ناراض بھی کیا اور ناراض ہوئے بھی لیکن مقام صد افسوس ہے کہ
وہ تو پورے کشمیر کو پاکستان میں شامل کرنے کی بات کرتے ہیں جب
ان کے دوست صرف ایک ٹکڑے پر کمر بستہ ہیں۔ لہٰذا قوم ان سے پوچھتی
ہے کیا آخر ان کی ایما پا ان کے نظریات کی خاطر جن لوگوں نے سالہا
سال ظلم سہے اور بے بہا قربانیاں دیں ان کا کیا ہو گا وہ کس کا گریبان
پکڑیں اور کس سے گلہ کریں۔ بقول شاعر

بے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

بقیہ اسلام آباد کی ڈائری

کا [illegible] کا مقصد دفاع پاکستان سے زیادہ کارکنوں کے
[illegible] کو بلند کرنا ہے، پیپلز پارٹی کے کارکن
[illegible] ۱۹۸۸ء سے مسلسل شکست و ریخت کا شکار ہیں ضمنی
[illegible] کے باوجود ناکامی، نامرادی مقدر
[illegible] اگست ۱۹ء کے فیصل مسجد اسلام آباد
[illegible] سے پیپلز پارٹی کے جو پہلے مسلسل
[illegible] دو شکستوں کے بعد کارکن اب
[illegible] کا اظہار کر رہے ہیں کہ آخر ہمارے قائدین

میں کہیں تو خامی موجود ہے جس کے سبب ہر میدان میں
کامیابی آئی جے آئی کے حصے میں جا رہی ہے گذشتہ شاہ
فیصل مسجد پر ضیاء کے نام پر ہونے والے لاکھوں افراد کے
اجتماع نے جہاں پنجاب کی سطح تک پیپلز پارٹی کو کلین بولڈ
کر دیا وہاں دیگر صوبوں سے الگ فیصلہ کر کے پنجاب نے
خود کو ایک بار پھر طعنوں اور الزام تراشیوں کے گرداب میں
لا کھڑا کیا ہے۔ کیونکہ ضیاء الحق کی برسی جس دھوم دھام سے
پنجاب نے منائی اس کی مثال کسی اور صوبے میں نہیں دی
جا سکتی دیگر تینوں صوبوں کی ایک کثیر تعداد جن میں سلم لیگی
بھی شامل ہیں وہ ضیاء مرحوم کو آمر سے تشبیہ دیتے ہیں

جنہوں نے بیک جنبش قلم جونیجو کی منتخب حکومت کو چلتا کر دیا
تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکمران چھ ستمبر کے اجتماع سے خاطر
خواہ نتائج حاصل کر لیں گے؟ اس کا فیصلہ تو چھ ستمبر کو
ہی ہو گا مگر یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ حکومت نے دلیری کے
نام پر جس سیاسی شو کا پروگرام ترتیب دیا ہے اس میں ملک
بھر سے لوگوں کی بھاری شرکت کو یقینی بنانے کے لئے وفاقی
وزراء، وزرائے مملکت اور ایس ڈی ایم صاحبان کو ضروری
ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

پروفیسر شاہ فرید الحق

علم صدقۂ جاریہ ہے

قرآنی عِلم سکھانے والے کی بڑی فضیلت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ۝ والصلوٰۃ

والسلام علیٰ رسولہ الکریم ۝

علم کسی شے سے متعلق جاننے کو کہتے ہیں۔ اسلامی عقائد اور اعمال کا تعلق پہلے جاننے اور پھر عمل کرنے سے ہے۔ بغیر جانے ہوئے کوئی عمل کرنا دشوار گزار بھی ہے اور ایسا عمل غلط اور بے سود بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ عالم اور جاہل کے اعمال و افکار میں فرق نمایاں ہوتا ہے۔ مسلمان کو پہلے علم کے حصول کی تلقین کی جاتی ہے، تاکہ اس کے اعمال علم کی مطابقت میں ہوں۔ قرآن حکیم ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور تدبر اور تفکر کو انسان کا جوہر گردانتا ہے۔ علم ہی انسان کو دوسری مخلوقات سے ممیز کرتا ہے۔ انسانی اخلاق و عادات کی تربیت علم ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ علم کے حصول کے عموماً دو طریقے ہیں۔ ایک تو براہ راست مشاہدات کے ذریعہ، دوسرا کسی جاننے والے کے بتلانے اور سکھانے سے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو اپنا خصوصی علم عطا بھی فرماتا ہے اور انھیں مشاہدہ بھی کراتا ہے۔ انبیاء علیہ السلام کو دونوں ہی طریقوں سے علم دیا جاتا ہے۔ اسی لئے وہ علم کی اعلیٰ معراج پر ہوتے ہیں۔ پھر ان کے واسطے سے دوسروں کو علم حاصل ہوتا ہے۔

بہرحال علم انسانی جوہر ہے، بلکہ انسانیت کی پہچان ہے۔ عالم کا ایک بڑا مقام ہے۔ جاننے والا نہ جاننے والے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ۝ انما یتذکر اولوا الالباب ۝

"آپ فرما دیں کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو جانتے نہیں، برابر ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ نصیحت تو وہی لوگ پکڑتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔"

نصیحت ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ عقلمند بتاتا ہے، اور عقلمند وہی لوگ ہیں جو علم والے ہیں۔ قرآن حکیم میں متعدد آیات کے ذریعہ علم کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ خود قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک ایسا شاہکار ہے جو رہتی دنیا کی ہدایت اور نصیحت کے لئے کافی ہے۔ جو لوگ قرآن کا علم سیکھتے ہیں، اور دوسروں کو سکھاتے ہیں، ان کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور کتاب بھی اتنی جامع ہے کہ فرمایا گیا۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتٰب مبین ۝

"کوئی خشک اور تر چیز ایسی نہیں ہے جس کا ذکر اس کھلی ہوئی کتاب میں نہ ہو۔"

غور و فکر کرنے والے کو ہر چیز اس کتاب سے مل سکتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا:

> جس معاشرہ میں علماء کی تحقیر ہونے لگے وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا

افلا یتدبرون القرآن ۝

"کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔"

لوگ دنیا میں بہت سے نیک اعمال کرتے ہیں۔ شریعت مطہرہ میں نیک عمل کو صدقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں جن کا فائدہ کرنے والے کی زندگی ہی میں مل جاتا ہے، اور بعض ایسے ہیں جن کا فائدہ صرف اس کی اپنی زندگی تک محدود ہے یعنی مرنے کے بعد اس کا ثواب اُسے مل جائے گا لیکن بعض اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب تا قیامت کرنے والے کو ملتا رہتا ہے۔ ایسے عمل کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں۔ علم کا حصول اور علم کا پھیلانا دونوں ہی ایسے اعمال ہیں جو صدقہ جاریہ کے ضمن میں آتے ہیں۔ ایسا کام جو کرنے والے کی وفات کے بعد بھی جاری و ساری رہے اور اس سے لوگ مستفید ہوتے رہیں تو یہ زیادہ احسن اور بہتر ہے۔ علم ایک ایسا سرمایہ ہے جو نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا رہتا ہے اور اس سے زینت کی قدر و منزلت بڑھتی رہتی ہے۔ اگر کسی نے اچھا علم حاصل کیا، اور اپنی اولاد کو بھی اچھے علم سے آراستہ کیا تو اس کا یہ فعل بہترین صدقہ ہے۔ اسے بعد مرنے کے بھی جب تک کہ علم جاری و ساری رہے گا، اسے ثواب ملتا رہے گا۔

علم دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ وہی عالم کُل ہے، ہر چیز کو ہمہ وقت جاننے والا ہے۔ وہی اپنے نبیوں کو براہ راست یا بالواسطہ علم عطا فرماتا ہے۔ انبیاء علیہ السلام اس علم کے ذریعہ دین کی تبلیغ کرتے ہیں — بغیر اس کے بتائے ہوئے کوئی کچھ بھی نہیں جان سکتا۔ انبیاء علیہم السلام کے علم کا کوئی دوسرا انسان احاطہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ پھر ان کے واسطے سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو علم ملا۔ پھر سلسلہ بہ سلسلہ تابعین، تبع تابعین، اولیائے کرام اور علمائے عظام کو علم ملا۔ یہ سلسلہ جاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر علم کی انتہا ہو گئی۔ چونکہ وہ آخری نبی ہیں اس لئے اب جو بھی علم قیامت تک جسے بھی ملے گا وہ انہیں کے در سے ملے گا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صدقہ جاریہ قیامت تک لوگوں کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔

اسلامی عقائد اور اعمال کا تصور نہ تو دیو مالائی ہے اور نہ قدیم یونانی فلسفیوں کی طرح الجھا ہوا ہے۔ قرآن حکیم جو دلیل اور برہان قائم کرتا ہے وہ عام انسانی سمجھ کے مطابق ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ایمان اور علم کی دولت سے نوازتا ہے وہ قرآنی احکامات کو سمجھتے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجے بھی بلند کر دیتا ہے۔ ایک عالم کی ذمہ داری دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ دوسروں پر اس کو فضیلت بھی دی گئی ہے لیکن گرفت بھی سخت ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے صحیح معنوں میں ڈرنے والے وہی لوگ ہیں جو صاحب علم ہیں۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

اب اس صدقہ جاریہ کی فضیلت ملاحظہ فرمایئے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی چالیس حدیثیں میری امت کو پہنچا دے تو میں خاص طور پر اس کی سفارش کروں گا۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب علم حاصل کیا جائے پھر اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جب تک لوگ زندہ ہیں، علم زندہ ہے اور سب کا مجموعی ثواب علم دینے والے کو ملتا رہے گا۔ علم دینے کا ایک

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

مولانا شاہ حسین گردیزی

اسلامی زندگی

جن حضرات کو دینی مسائل کے بارے میں
سوالوں کے جواب حاصل کرنا ہوں وہ اپنے
سوال ہفت روزہ احوال کے پتے پر ارسال کریں

• آپ تنہا نماز پڑھیں یا امامت کریں قصر لازم ہے
• طلاق واقع ہوگی آپ کی بیوی آپ پر حرام ہو چکی ہے
• یزید فاسق و فاجر تھا اس نے آلِ رسول کو قتل کرایا

س: میں کراچی میں رہتا ہوں ٹھٹھہ میں ملازمت ہے روزانہ جاتا ہوں۔ کبھی ظہر اور عصر دونوں اور کبھی صرف ظہر وہاں پڑھتا ہوں۔ اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دفتری کام کی وجہ ایک ہفتہ مکمل وہیں ٹھہرنا پڑتا ہے۔ کیا اس صورت میں اتفاقی نماز پڑھوں گا یا سفری؟

ج: ٹھٹھہ یہاں سے تقریباً ۶۰ میل سے زیادہ دور ہے اس لئے وہاں جانے والا مسافر کی تعریف میں داخل ہے اگر آپ تنہا نماز پڑھیں گے یا نماز کی امامت کریں گے تو دونوں صورتوں میں آپ پر نماز قصر لازم ہے۔ یعنی چار فرض مکمل نہیں پڑھیں بلکہ صرف دو رکعت پڑھیں گے۔ ہر روز آپ کو ایسا ہی کرنا ہوگا اور وہاں ہفتہ بھر قیام کی صورت میں بھی نماز قصر ادا کرنا ہوگی۔ مگر الا یہ کہ آپ پندرہ روز وہاں قیام کا ارادہ کریں۔ تو اس صورت میں نماز اقامت آپ پر لازم ہوگی۔

س: ایک روز میں دفتر سے واپس آیا تو بعض گھریلو معاملات پر بیوی سے بات چیت کے دوران تلخی ہو گئی اور جانبین سے تند و تیز جملوں کا تبادلہ ہونے لگا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تجھ پر طلاق۔ طلاق۔ طلاق۔ بعد میں مجھے خود ہی اس فعل پر پشیمانی ہوئی۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے تین بچے ہیں مجھے لوگوں نے کہا ہے اس سے طلاق واقع ہو گئی ہے۔ تو کیا واقعی طلاق ہو گئی ہے؟

ج: آپ کی تحریر کے مطابق تو تینوں طلاق واقع ہو گئی ہیں آپ کی بیوی آپ پر حرام ہو چکی ہے۔ تمہاری ندامت اور پشیمانی سے طلاق کے واقع ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

س: ہم تین بھائی اور ایک بہن ہیں۔ ہم تینوں میں سب سے چھوٹے بھائی آوارہ گرد تھے۔ ان کی نشست برخاست بد کردار لوگوں سے تھی ہمارے والد صاحب نے بہت سمجھایا مگر وہ غلط لوگوں کی صحبت ترک نہ کر سکا۔ آخرالامر والد صاحب نے تنگ آ کر اسے عاق کر دیا اور جائیداد سے محروم کرنے کا اعلان کر دیا اور اسے اخبار میں چھپوا دیا۔ اور وہ دوبارہ ہمارے پاس لوٹ آیا ہے۔ اب والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ عاق شدہ بھائی اپنی وراثت کا طالب ہے۔ کیا شرعی طور پر وہ جائیداد کا مستحق ہے۔

ج: آپ کے وہ عاق کردہ بھائی اسی طرح اپنے باپ کی جائیداد کے وارث ہیں جس طرح آپ ہیں۔ وہ باپ کے محروم کرنے سے بھی محروم نہیں ہو سکتے۔ البتہ آپ کے والد صاحب نے اسے جائیداد سے محروم کرنے کی جو کارروائی کی ہے وہ ان کی غلطی تھی۔ ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں مغفرت کی درخواست کیجئے اور بھائی کو اپنے برابر حصہ دیجئے۔

س: مجھے قرآن حکیم کی بعض سورتیں زبانی یاد ہیں اور دفتر جاتے ہوئے راستہ میں ان کی تلاوت کرتا رہتا ہوں مگر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میرا وضو نہیں ہوتا۔ تو پھر میں تلاوت نہیں کرتا اس خیال سے کہ گناہ نہ ہو۔ کیا میرا یہ عمل صحیح ہے۔

ج: قرآن حکیم کو بغیر وضو اور طہارت کے چھوا نہیں جا سکتا اس لئے جب آپ براہ راست تلاوت کریں تو اس وقت باوضو ہونا لازمی ہے۔ اور اگر آپ قرآن حکیم کو ہاتھ لگائے بغیر تلاوت کر رہے ہیں جیسا کہ آپ نے سوال میں لکھا تو اس صورت میں بغیر وضو بھی تلاوت کرنے کی اجازت و رخصت ہے اور آپ تلاوت کر سکتے ہیں۔

س: ہمارے ایک دوست ہیں۔ دینیات کے بارے میں کافی معلومات رکھتے ہیں مگر ایک دن انہوں نے ایک بات کہہ کر مجھے ذہنی طور پر پریشان کر دیا۔ وہ بات یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ یزید بڑا اچھا آدمی تھا اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ جنتی ہے۔ میں اس بات سے بہت پریشان ہوں آپ اس کی وضاحت کریں۔

ج: آپ کے دوست نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ یزید فاسق و فاجر تھا۔ اس نے آل رسول پر ظلم کیا اور انہیں قتل کرایا۔ اہل مدینہ پر ظلم کیا اور انہیں قتل کرایا۔ بیت اللہ کی حرمت و عزت کو پامال کرایا۔ دوسرے قبائح اس کے علاوہ ہیں۔ امام شافعی اس پر لعنت بھیجنے کے بھی قائل ہیں امام ابوحنیفہ نے اس پر لعنت کرنے سے سکوت اور خاموشی اختیار کی ہے اور وہ اس لئے کی ہے کہ اب اس پر لعنت بے سود امر ہے۔ اتنے وقت میں قرآن حکیم کی تلاوت کریں اور درود شریف پڑھیں۔ اور شہدائے کربلا، شہدائے مدینہ اور شہدائے مکہ کو اس کا ایصال ثواب کریں۔ اسی میں طرفین کا فائدہ ہے یزید حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں پیدا ہوا۔ اس لئے اس کا نام کسی حدیث میں نہیں آسکتا۔ البتہ بخاری اور نسائی میں دو حدیثیں ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ "میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی"۔ اس ضمن میں شارحین حدیث نے تاریخ کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کا مصداق سب سے پہلا لڑکا یزید تھا۔ اور حضرت ابوہریرہ، یزید کی حکومت سے پناہ مانگتے تھے۔ چنانچہ یزید کی حکومت سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اور ائمہ اہلسنت میں سے کوئی بھی یزید کے عادل ہونے کا قائل نہیں بلکہ اس کے فاسق و فاجر ہونے پر اتفاق رکھتے ہیں۔

ٹیلی ویژن اور اشتہار بازی

ٹی وی اشتہارات کے ذریعہ اکثر ایسی اشیاء ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوجاتی ہیں جن کا معیار کم تر ہوتا ہے

کسی بھی شے کی فروخت کو بڑھانے میں اشتہارات بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اشتہار بازی ایک باقاعدہ صنعت بن گئی ہے۔ اور اس فن میں لوگوں نے اتنا کمال حاصل کرلیا ہے کہ ان کے اس کمال سے ناظرین کو زحمت بھی اٹھانا پڑی ہے۔ ٹیلی ویژن کے آنے کے بعد اس صنعت کے اثرات زیادہ ہوگئے ہیں اس لئے کہ ٹیلی وژن براہ راست تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ افراد تک اپنی بات پہنچا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹیلی وژن پر دکھائے جانے والے اشتہارات کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ باوجود اس کے کہ ٹیلی وژن اس کا معاوضہ بھی بہت زیادہ لیتا ہے بلکہ ہر سال اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے جس طرح تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں۔ اسی طرح اشتہار بازی کے بھی فوائد اور نقصانات اپنی جگہ ہیں۔ اشتہارات سے صارفین کو علم ہوتا ہے کہ ان کی ضرورت کی کون سی اشیاء بازار میں موجود ہیں۔ اشتہارات ان کو اپنے لئے کسی چیز کے انتخاب میں بہت مدد دیتے ہیں۔ لیکن اس کا منفی پہلو بھی ہے کہ کئی مرتبہ لوگوں کو انہی اشتہارات کے ذریعے بیوقوف بھی بنایا گیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال سرمایہ کار اداروں کی پبلسٹی ہے جس کی وجہ سے آج کئی گھرانے مصیبت کا شکار ہیں۔ پرنٹ میڈیا کے اشتہارات لوگوں پر اتنا اثر نہیں چھوڑتے جتنا ٹیلی وژن پبلسٹی ترغیب دلاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر ایسی اشیاء ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتی ہیں جن کا معیار بہت کم تر ہوتا ہے۔ ٹیلی وژن ایک موثر ذریعہ ابلاغ ہے۔ اس لئے اس پر کچھ دکھانے سے قبل یہ ضرور دیکھنا چاہیئے کہ اس کے اثرات کیا ہوں گے

یہ درست ہے کہ اشتہارات آمدنی کا باعث ہوتے ہیں اور کوئی بھی ادارہ چلانے کے لئے آمدنی ضروری ہے لیکن آمدنی کے لئے لوگوں کی جیبیں کاٹنا ظاہر ہے غلط ہے۔ یہ اصول ٹیلی وژن اور پرنٹ میڈیا دونوں کے پیش نظر ہونا چاہیئے کہ ایسے اشتہارات سے گریز کیا جائے جن سے عام آدمی کو نقصان پہنچے۔ خصوصاً ٹیلی وژن کو اس ضمن میں ایک ضابطۂ اخلاق ضرور بنانا چاہیئے۔ آپ کہیں گے کہ صرف ٹیلی ویژن ہی کیوں اخبار اور رسالے کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے ملک میں خواندگی کا تناسب

> "سیور ریفل" کی پبلسٹی
> نے جعلی دھندے کرنے
> والوں کے کاروبار کو چمکا دیا

بہت کم ہے۔ ظاہر ہے اخبارات اور رسائل سے وہی لوگ فیضیاب ہوسکتے ہیں۔ جو پڑھ سکتے ہیں لیکن ٹیلی وژن بلا امتیاز ہر کسی تک اپنی بات پہنچاتا ہے۔ وہ ڈرامے ہوں یا دیگر تفریحی پروگرام یا اشتہارات سب ہی ناظرین تک باسانی پہنچ جاتے ہیں لیکن ٹیلی وژن نے تاحال اس ضمن میں اپنی ذمہ داری نہیں پوری کی ہے۔

اشتہارات ٹیلی کاسٹ کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ کہ اس سے صارفین کو کوئی نقصان نہ پہنچے یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اشتہارات ہماری معاشرتی اقدار کو متاثر نہ کریں لیکن اس طرف کبھی دھیان کم دیا جاتا ہے۔ گذشتہ دور حکومت میں ٹیلی ویژن اشتہارات کے ضمن میں ایک قدم اٹھایا گیا تھا کہ اشتہارات میں خواتین کو غیر ضروری طور پر نہیں دکھایا جائے گا۔ لیکن اس کا اطلاق بھی مناسب طور پر نہیں ہوا۔ جس اشتہاری ادارے کی ٹیلی وژن سے "پی آر" اچھی ہوتی تھی اس کی بنائی ہوئی فلم اس قانون سے آزاد ہوتی تھی (کہ قانون تو ہوتا ہی توڑنے کے لئے ہے) لیکن جس اشتہاری ادارے کا مندرجہ بالا پہلو کمزور ہوتا تھا۔ اس کے کلائنٹ کی فلم کتر بیونت کا شکار ہو جاتی تھی۔ لان کے اشتہارات کی پبلسٹی میں خواتین کو جس طرح پیش کیا گیا۔ یہ اسی دور کا کمال تھا اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے حالانکہ وزیر اعظم کے سر سے آنچل تک نہیں ڈھلکتا۔ انہوں نے پوری دنیا میں ایک مثال قائم کی ہے لیکن ٹیلی وژن اشتہارات میں جس طرح خواتین کا وقار مجروح کرتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

یہ درست ہے کہ پیسہ آنا کس کو برا لگتا ہے۔ لیکن ٹیلی وژن لوگ تفریح کے لئے دیکھتے ہیں اور جب اشتہارات کی بھرمار ہوتی ہے۔ تو وہ چڑ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اشتہارات کی ایک حد مقرر ہونا چاہیئے لیکن یہاں معاملہ الٹا ہو چلا ہے کہ اب تفریحی پروگرام بھی اشتہارات کی نذر ہو گئے ہیں جس کی تازہ ترین مثال

ٹیلی ویژن کو اشتہارات کے ضمن میں ایک ضابطہ اخلاق بنانا چاہیئے ۔!

کمرشل "ائز" ہے۔ انور مقصود کے حوالے سے بے شمار کئی پروگرام اور ڈرامے ذہن میں ابھرتے ہیں لیکن جب سے ان کا ذہن "کمرشل" ہوا ہے۔ لوگوں کو شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ ایک ان کا ہی دم غنیمت تھا سو وہ بھی زمانے کے رنگ میں رنگ گئے۔

کہنے والے نے کہا کہ یہ آئیڈیا "فارن کا آئیٹم" ہے اور ظاہر ہے کہ فارن کا آئیٹم ہم پاکستانیوں کی کمزوری ٹھہرا۔ لیکن اب اس کو کیا کیجئے کہ ہم یہ بات آج تک نہیں سمجھ سکے کہ ہر پرائی چیز ہمارے ملک کے ماحول اور حالات میں میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکتی جو چیزیں دوسرے ممالک میں پسند کی جاتی ہیں۔ وہ ضروری نہیں کہ آپ کے معاشرے میں بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائیں۔ کسی بھی چیز پر عمل کرنے سے پہلے اس کے اثرات کو ضرور ذہن میں

کامیاب پروگراموں کے

انور مقصود کا ذہن بھی

کمرشیل ہوگیا

رکھنا چاہئے۔ یہ وہ بنیادی بات ہے جس کو آج تک ہمارے ٹیلی وژن کے کرتا دھرتا نہیں سمجھ سکے ٹیلی وژن کے اشتہارات میں غیر ملکی ماڈلز کا رجحان کبھی بہت آگیا ہے۔ وہ چاہے۔ بناسپتی گھی کا اشتہار ہو یا سر درد کی گولی کا۔ غیر ملکی ماڈل ہی لہرا کر مسکرا کر اس کے فوائد بتاتی نظر آئے گی۔ اور تو اور رنگ گورا کرنے والی کریم کا اشتہار بھی دکھائیں گے تو اس میں ایک میم ہی نظر آئے گی۔ اب کوئی پوچھے کہ بھئی گوری چمڑی والی میم کو رنگ گورا کرنے والی کریم کی کیا ضرورت ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ اشتہارات ٹیلی وژن خود نہیں بناتا لیکن اگر وہ ایک پالیسی بنائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اشتہاری ادارے اس کی پابندی نہ کریں۔

ملکی صنعت کے فروغ میں ٹیلی وژن کے اشتہارات بہت زیادہ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر ان اشتہارات میں پاکستانی مصنوعات کے فروغ کی ترغیب دی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ملکی اشیاء اور صنعت کو فروغ حاصل نہ ہو۔ ایک زمانہ میں "پاکستانی بنیئے پاکستانی مال خریدیئے" کا نعرہ سننے میں آتا رہا ہے اور اب تو خود پاکستان کی خاتون وزیر اعظم نے "بی میڈ ان پاکستان" کے نعرے کو اہمیت دی ہے۔ اب یہ بات اور ہے کہ وہ خود غیر ملکی اشیاء پر انحصار کرتی ہیں یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ کم از کم انہوں نے عوام کے ذہن میں تو پاکستانی مصنوعات کی اہمیت کے بارے میں غور کرنے والی بات ڈالی ہے یہ بھی کچھ کم نہیں۔ اور اس ضمن میں سب سے اہم کردار ٹیلیویژن ادا کر سکتا ہے کہ اس کے اشتہارات کوڑیوں کے مال کو سونے کے بھاؤ فروخت کروا دیتے ہیں۔

تمباکو نوشی ایک لعنت ہے اور ٹیلیویژن پر سگریٹ کے اشتہارات کی بھرمار ہوتی ہے۔ خصوصاً جس طرح کے سگریٹ کے اشتہارات ٹیلیویژن پر دکھائے جاتے ہیں وہ سگریٹ نوشی کی مزید ترغیب دیتے نظر آتے ہیں۔ بہت سے عوامی دلچسپی کے پروگرام بھی سگریٹ کمپنیوں کے تعاون سے پیش کئے جاتے ہیں۔ محض اس لئے کہ ان سے آمدنی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پہلے یہ اشتہارات خبرنامے کے بعد دکھائے جاتے تھے۔ لیکن اس وقت بھی دن کی خبریات میں دکھائے جانے والے کرکٹ میچ اور دوسرے پروگرام انہی سگریٹ کمپنیوں کے تعاون سے دکھائے جاتے رہے سو اس پالیسی کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

مختصراً یہ کہ ٹیلی ویژن پر اشتہار بازی کی ایک جامع پالیسی کی ضرورت ہے۔ جس میں اخلاقی اقدار کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ ناظرین کے معاشی اور سماجی پہلوؤں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایسا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ٹیلی ویژن کوئی نجی ادارہ نہیں۔ بلکہ قوم کے سرمائے سے چلنے والا ادارہ ہے۔ اس کی ذمہ داریاں بھی بہت ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ جس طرح چاہے جیسے چاہے عوام کو بیوقوف بناتا رہے جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے۔ ابھی حال کی تازہ مثال "سیور ریفل" کی پبلسٹی ہے۔ جس نے اسی ریفل کا انعقاد کرنے والوں کو تو کروڑوں کا مالک بنا دیا لیکن ساتھ ہی بہت

جس اشتہاری ادارے

کی "پی آر" اچھی ہوتی ہے

وہ قانون سے آزاد ہوتا ہے

سے جعل دھندے کرنے والوں کا کاروبار بھی چمکا دیا۔ وہ جعلی ٹکٹ چھاپ کر سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ اس ریفل کی شرعی حیثیت بھی کئی عدالتوں میں زیر بحث ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ عوام کی جیبوں سے جائز اور ناجائز طریقے سے پیسہ نکلوانے کا یہ عمل ایک قومی ذریعہ ابلاغ سے کب تک جاری رہے گا؟

بقیہ: سولارز

پاکستان بھی امریکہ سے اواکس طیارے لینا چاہتا تھا پہلے تو امریکہ تیار ہو گیا مگر پھر امریکی حکومت نے اپنا موقف تبدیل کر لیا۔ اور وہ اواکس طیاروں کی بجائے نسبتاً کم از کم رینج اور طاقت کا حامل ریڈار سسٹم دینے پر تیار ہوئی جسے پاکستان کی حکومت نے قبول نہ کیا کیونکہ اواکس طیاروں میں نصب شدہ طاقتور ریڈار سسٹم ہی پاکستان کی دفاعی ضروریات کی تکمیل کر سکے

تھا۔ امریکی ذرائع کے مطابق امریکی حکومت نے اپنا موقف اسرائیلی لابی کے دباؤ میں کیا تھا جس کا حصہ مارک اے۔ سیگل کی کمپنی بھی تھی۔

یہودی اور ہندو کبھی بھی پاکستان کے وفادار نہیں رہے یہودیوں سے دوستی تو ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے کی جا سکتی ہے لیکن پاکستان کے مفاد اور استحکام کے سلسلے میں ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان میں ان کی آمد سے البتہ یہ نقصان ہوگا کہ مختلف اداروں اور ایجنسیوں سے مل کر یہ پاکستان کے خلاف مواد اکٹھا کریں گے اور بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی ساکھ گرائیں گے جیسا کہ انہوں نے ماضی میں کیا۔ پاکستانی عوام، عوامی حکومت سے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ بیرونی ایجنٹوں اور دلالوں پر تکیہ کرنے اور بھروسہ کرنے کی بجائے پاکستانی عوام پر بھروسہ کریں گے جمہوریت کو واپس لانے میں پاکستانی عوام کی بڑی قربانیاں ہیں۔ انہوں نے پی پی پی کو مسند اقتدار پر پہنچانے کے لئے کوڑے کھائے ہیں اور دار و رسن کو چوما ہے۔

تحریر: وثیق افضل

آہ! حفیظ بھائی

۲ ستمبر کی صبح جیسے ہی دفتر پہنچا تو ورلڈ اسلامک مشن کے نعیم بھائی اور پرچہ "احوال" کے دفتر میں آئے اور مجھے مخاطب کر کے معلوم کرنے لگے۔ آپ حفیظ صاحب کے گھر گئے تھے؟ میں نے کہا نہیں۔

نعیم بھائی نے اندھی ہوئی آواز میں بتایا کہ حفیظ صاحب اچانک جمعرات کے روز اس فانی دنیا سے دائمی دنیا کیطرف کوچ کر گئے۔ لفظ "کوچ" نعیم بھائی کی زبان سے رک رک کر ادا ہو رہا تھا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

مجھے یقین نہیں آیا کہ حفیظ اتنی جلدی اس دنیا سے منہ موڑ لیں گے۔ میں نے نعیم بھائی سے دوبارہ معلوم کیا تو ان کا جواب پھر وہی تھا...... "کوچ" کر گئے۔

میں نے کہا تم کیا کہہ رہے ہو۔ بدھ کے روز تو "احوال" کی سرخیاں لکھیں۔ اچھے بھلے یہاں سے گئے۔ بہرحال انہیں جانا تھا اور ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔

میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ جسم لرز اٹھا دماغ سن ہو گیا۔ اور پھر آنسو میز پر گرنے لگے تو آہستہ آہستہ میری حالت بھی سنبھلنے لگی۔ حفیظ بھائی کی نشست پر نظر پڑی تو محسوس ہوا کہ حفیظ بھائی اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے ہمیشہ کی طرح مسکرا رہے ہیں۔ یہ میرا خیال تھا وہ تو نشست ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خالی کر گئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ساتھ چھوڑ گئے۔ اب نہ حفیظ مجھے پکارے گا۔ اور میں پکاروں گا تو کبھی بھی جواب نہ دے گا۔ وہ تو دور بہت دور چلے گئے۔ اور اپنے ساتھیوں کو ظالم زمانے کے رحم و کرم پر چھوڑ گئے۔

حفیظ بھائی سے میری ملاقات ۱۹۵۸ء میں اس وقت ہوئی جب کراچی خوشنویس یونین کے جنرل سیکریٹری تھے۔ انہوں نے اس عہدے پر رہتے ہوئے خوشنویس حضرات کی بھلائی کے لئے بے پناہ کام کیا۔ ۱۹۶۵ء میں الیکشن کی فہرستوں کی کتابت کی اجرت فی صفحہ ۲ روپے اس سستے دور میں مقرر کرانا حفیظ بھائی اور استاد محترم منشی مجید دہلوی صاحب ہی کا کارنامہ تھا۔ ایوب خان کے مارشل لاء میں صحافیوں کے اجرت بورڈ ایوارڈ میں خوشنویس حضرات کو شامل کرانا اور کارگزاری و تنخواہ کا تعین بھی حفیظ بھائی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

حفیظ مرحوم روزنامہ امروز کراچی سے بحیثیت خوشنویس وابستہ تھے۔ ایوب کے مارشل لاء میں امروز کراچی کی اشاعت بند کر دی گئی تو یہاں کا پورا عملہ لاہور امروز میں بلا لیا گیا۔ حفیظ مرحوم لاہور امروز میں تقریباً گیارہ سال تک کام کرتے رہے۔ امروز میگزین کی سرخیاں اور اس کا "لے آؤٹ" بنانا ان کے فرائض ——— میں شامل تھا۔ لاہور میں انہوں نے یوسف سدیدی صاحب سے نسخ کی اصلاح لینا شروع کی۔ یوسف سدیدی مرحوم نستعلیق اور نسخ کے پائے کے استاد تھے۔ یوسف سدیدی صاحب ان کے حسن اخلاق سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ انہیں اپنا شاگرد "خاص" قرار دیا۔ لاہور سے امروز کی ملازمت چھوڑ کر کراچی ۱۹۶۹ء میں آگئے۔ انہوں نے پاکستان کے کثیر الاشاعت ہفت روزہ "اخبار جہاں" میں ۱۹۷۱ء میں بحیثیت سرخی نویس ملازمت اختیار کی۔

سید حفیظ حسن ۱۷ سال تک اخبار جہاں میں میرے رفیق کار رہے۔ یہاں ان کی ذات اور ان کے فن کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ حقیقت میں فنکار تھے۔ ان کی خطاطی کے شہ پارے منہ سے بولتی ہوئی تصویریں ہیں۔ منکسر المزاج۔ انسان دوستی۔ دکھی انسانیت کی خدمت۔ باغ و بہار طبیعت۔ ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ دوسروں کو ہنسانے والی باتیں اور فرض شناسی رب العزت نے ان میں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں۔ فرائض منصبی کے دوران میں نے کبھی ان سے کچھ کہا تو خندہ پیشانی سے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے تھے۔ کبھی بھی انہوں نے اپنی عمر، فن تجربہ کا رعب نہیں دیا۔ یہی ایک فنکار اور فرض شناس کارکن کی پہچان ہے وہ نام و نمود کے قائل نہیں تھے۔ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ کوئی خطاب نہیں لگایا۔ جبکہ کراچی میں ایسے فنکار بھی موجود ہیں جو کہ خود ساختہ خطاب اپنے نام کے ساتھ لگا کر قلم سے کشتی لڑتے رہتے ہیں۔

حفیظ صاحب کی خواہش تھی کہ روضۂ رسولؐ کی زیارت نصیب ہو جائے۔ خانہ کعبہ کا طواف کر لوں۔ رب العزت نے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ سعودی عرب کے المدینہ اخبار (جو کہ حجاج کرام کے لئے سعودی حکومت اردو۔ عربی۔ انگریزی اور کئی زبانوں میں شائع کرتی ہے) چار ماہ کے معاہدہ پر سعودی عرب چلے گئے۔ اور اسطرح ان کی روضۂ رسول پر حاضری کی خواہش پوری ہو گئی۔

وہاں سے واپسی پر حفیظ بھائی نے قلم سے کشتی لڑنے والے تنگ نظر فنکاروں کی ریشہ دوانیوں سے عاجز آ کر اخبار جہاں کو خیر باد کہہ دیا۔

ملازمت سے فراغت پانے کے بعد تین سال تک گھر پر کام کرتے رہے۔ اس دوران انہوں نے سینکڑوں قبروں کے کتبے طغرائی خط، خط ثلث اور خط رقع میں لکھے۔ کئی کیلنڈرز پر کلمہ طیبہ مختلف ڈیزائن میں تحریر کیا۔ کئی ایک مسجدوں میں ان کی تحریر کردہ آیات شریف آویزاں ہیں۔

آخری دنوں میں میرے مجبور کرنے پر حفیظ بھائی ہفت روزہ "احوال" سے منسلک ہو گئے تھے۔ ہفت روزہ

[چیف ا]یگزیکٹو ایڈیٹر محمد احمد صدیقی بھی فن
[کے قدر]دان ہیں۔ انہوں نے اس مرحوم فنکار کی عزت
[افزائی میں] کوئی کوتاہی نہیں برتی احوال کی تزئین کے
[سلسلے] میں ان سے ہمیشہ مشورہ کرتے اس پر عمل کرتے۔
[یہ] دونوں حضرات ہفت روزہ احوال کو خوب سے
[خوب] تر بنانے کی جستجو میں گرداں رہتے تھے۔

[منگ]ل کی رات کو دفتر میں دیر ہو جانے کی وجہ سے
[محم]د احمد صدیقی صاحب نے حفیظ بھائی اور میرے لئے
[کھا]نے کا انتظام علامہ شاہ احمد نورانی صاحب کے گھر
[پ]ر کیا تھا۔ رات بارہ بجے جب حفیظ بھائی شاہ نورانی
[کے مک]ان پر میرے ساتھ پہنچے تو محمد احمد صاحب نے
[ان] کو [آ]گاہ کر دیا۔ مکان اور کھانے کی سادگی دیکھ کر کہنے
لگے واقعی علامہ شاہ احمد نورانی ولی ہیں۔ بین الاقوامی
[شہ]رت کا حامل عالم۔ قومی سطح کا لیڈر اس سادہ مکان اور
سادہ خوراک میں گزر بسر کرتا ہے۔ یہ تو علامہ شاہ احمد نورانی
کے ولی ہونے کا بین ثبوت ہے۔

اس عظیم فنکار کا تعلق حیدر آباد دکن سے تھا۔ وہ ریزرو
انسان نہیں تھے مجلسی انسان تھے جہاں بیٹھتے تھے مجلس
جما لیتے۔ ان کا حلقہ احباب بہت ہی وسیع تھا۔ ہفت روزہ
احوال میں وہ ہر دلعزیز شخصیت بن گئے تھے۔ آج ان کے انتقال
پر ہفت روزہ احوال کا ہر کارکن افسردہ ہے۔ دفتر کے منتظم
اشتیاق نورانی حفیظ کے انتقال کی خبر پر یقین نہیں کر رہے
سرکولیشن منیجر محمد فہیم بار بار کمرے میں آ کر ان کی خالی نشست
دیکھ کر افسردہ لوٹ جاتے ہیں۔ عقیل صدیقی گم سم بیٹھے ہیں۔
نائب مدیر راؤ توفیق زبان سے کچھ نہیں کہہ رہے لیکن ان کا
دل اندر سے رو رہا ہے۔ چیف ایگزیکٹو محمد احمد صدیقی بار بار
اپنے کمرے سے اٹھ کر آتے اور کہتے ہیں وثیق بھائی یہ
کیا ہو گیا۔ یقین نہیں آتا کہ حفیظ مر گیا۔ مجھ سے اہل عیال کی
تفصیل معلوم کرتے ہیں۔ اور جب میں محمد احمد صدیقی صاحب
کو بتاتا ہوں کہ عنقریب آخری لڑکی کی شادی کرنے والے تھے
تو صدیقی صاحب تڑپ اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ
تو نے یہ کیا کیا۔ کچھ مہلت مرحوم کو اور دے دیتا۔ اور پھر آنسوؤں
کے ساتھ اپنے کمرے میں لوٹ جاتے ہیں۔

حفیظ بھائی ادھر تو دیکھو۔ انجمن نوجوانان اسلام کے نوجوان
قائد طارق محبوب کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ آج آپ سے دعوت
نامہ لکھوانے نہیں آئے۔ آج یہ آپ کے دوستوں کو دلاسہ دینے
آئے ہیں۔ ان کا چہرہ بھی غمزدہ ہے۔ یہ بھی آپ کی اچانک
موت پر یقین نہیں کر رہے لیکن موت برحق ہے کسی بھی لمحے آ سکتی ہے۔
اچھا حفیظ بھائی اب ہم آپ کے لئے دعا ہی کر سکتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے آپ کو کروٹ کروٹ
جنت نصیب کرے۔ اور آپ کے تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا
فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ: میوہ شاہ قبرستان) ندی پر پل بنانے کیلئے اب تک ۵۷ لاکھ روپے مختص کئے گئے مگر پل نہیں بنا

بارشوں کے نتیجے میں یہ پورا روڈ ندی کے پانی میں
ڈوب گیا جس کی وجہ سے ایک نوجوان سماجی کارکن
[ن]دی میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ یہ تمام انسانی جانیں
[ح]کام سے فریاد کرتی ہیں لیکن ان کی آواز نقار[خانے]

حکومت فوری طور پر اس جانب توجہ دے اور پیسہ کھانے والوں کو کڑی سزا دے

[میں ط]وطی کے بولنے کے مترادف ہے۔ ابھی
[تک ا]س ندی پر پل بنانے کی کوئی کارروائی نہیں کی
[گئی صر]ف دلاسوں سے غریب عوام کو کوئی تحفظ نہیں
[ملتا۔ ا]س ندی پر پل کی تعمیر کی غرض سے بلدیہ کراچی
[نے متع]دد بار بجٹ منظور کیا لیکن نجانے وہ پیسہ کہاں
[گیا۔ ا]ب تک کوئی کام نہیں ہوا۔ ۸۷-۱۹۸۶ء میں
[پل کی] تعمیر کے لئے ۲۰ لاکھ روپے مختص کئے
[گئے۔ ۸۸-]۱۹۸۷ء میں ۵۰ لاکھ روپے ۸۹-۱۹۸۸ء
[میں ... جبک]ہ اس سال ۹۰-۱۹۸۹ء کے بجٹ
[میں پل ک]ی تعمیر کی غرض سے ۴۰ لاکھ روپے
[رکھے گئے۔ ا]ن تمام صورتحال کے پیش نظر یہ
بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اب تک ۵۷ لاکھ روپے
اس پل کی تعمیر کی غرض سے بجٹ میں رکھے گئے
لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ تو آخر اتنا پیسہ گیا کہاں۔ جبکہ
اس سال ۴۰ لاکھ روپے بجٹ میں دوبارہ رکھے گئے
ہیں۔ کیا بلدیہ کے ارباب اختیار اس بات کا جواب دینا
پسند کریں گے۔

مذکورہ پل ہی کی تعمیر کے سلسلے میں سابق قومی اسمبلی
کے رکن سید شاہ تراب الحق قادری نے ہر ممکن کوشش
کی اور بالآخر اپنے حلقے کے ترقیاتی اخراجات میں سے
اس پل کی تعمیر کے سلسلے میں رقم مختص کی تھی مگر اسمبلیاں
ٹوٹنے کے باعث ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ اور پل کا
مسئلہ عوامی عدالت میں نوحہ کناں ہے۔ اس پل کے سلسلے
میں جہاں ارباب اختیار پیسہ جمع کر کے اپنی رنگ رلیاں
منانے میں مصروف ہیں وہیں عوام کا درد رکھنے والے

کب تک غریب عوام دلاسوں کے سہارے جئیں گے

چند لوگ اس روڈ کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ ۱۹۸۸ء
۱۹۸۹ء ان دو سالوں کے دوران المسلم ویلفیئر سوسائٹی
نے شب برات کے موقع پر عوام کی سہولت کی غرض
سے اس روڈ پر روشنی کا انتظام، حفاظتی باڑھ اور
روڈ کی مرمت کرائی۔ اس سوسائٹی نے رئیس بلدیہ کو
یہ پیشکش بھی کی ہے کہ اگر وہ اس پل کی تعمیر نہیں کرا
سکتے تو ہمیں جواب دیں۔ المسلم سوسائٹی اپنے محدود

قبرستانوں میں طبقاتی نظام رائج ہے

وسائل کے باوجود اس پل کی تعمیر کرائے گی لیکن تاحال اس
کا کوئی جواب فراہم نہیں کیا گیا۔

بلدیہ کراچی کو اس بات پر غور کرنا چاہیے جو کہ اپنے
آپ کو عوامی نمائندہ کہتی ہے۔ کیا میوہ شاہ روڈ کے اردگرد
رہنے والے لوگوں نے ان کو ووٹوں سے نہیں نوازا تھا اور
اگر ایسی ہی کوئی بات تھی بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ جب
اقتدار ملتا ہے تو اپنے پرائے سب عزیز ہونے چاہئیں۔
یہ نہ کہ صرف اپنی جیبوں کو ان کے نام پر بھرا جائے حکومت
کو چاہیے کہ فوری طور پر اس مسئلہ پر توجہ دے اور اس
پیسے کو جیبوں میں بھرنے والوں کو فوری طور پر سزا دے۔

بقیہ: لاہور کی ڈائری

وہ کتنے دن میں نواز شریف کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کریں گے؟ کیا وہ اس مقصد میں کامیاب ہوں گے بھی یا نہیں؟ یہ سب جواب طلب امور ہیں جن کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا۔

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی ۸ ستمبر سے بالائی پنجاب کا تنظیمی اور عوامی دورہ شروع کر رہے ہیں۔ اس دورہ کے دوران وہ نہ صرف صوبائی اور ضلعی عہدیداروں سے ملاقاتیں کریں گے بلکہ عوامی جلسوں سے بھی خطاب کریں گے۔ جمعیت علماء پاکستان نے لاہور، ڈسکہ، سیالکوٹ، قصور، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، گجرات، منڈی بہاؤالدین، چکوال اور راولپنڈی میں عام جلسوں کا اہتمام کیا ہے، ۱۹۸۸ء کے جماعتی انتخابات کے بعد مولانا نورانی پہلی دفعہ پنجاب کا دورہ کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی یہ آمد انتہائی اہم ہے سیاسی حلقوں کا خیال ہے کہ مولانا نورانی کے اس دورہ سے پنجاب کی سیاست پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے اور پنجاب میں جمعیت نہ صرف نئے سرے سے منظم ہو گی بلکہ عوامی سطح پر بھی اسکی مقبولیت میں اضافہ ہو گا۔ جمعیت علماء پاکستان پنجاب کی صوبائی شاخ نے ان کی مصروفیات کے شیڈول کا اعلان کر دیا ہے۔ جس کے مطابق ۸ ستمبر کو وہ جامع مسجد فاروق اعظم مسجد مولانا الٰہی بخش شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں نماز جمعہ پڑھائیں گے۔ اسی روز نماز عشاء کے بعد جامعہ فاروقیہ گھوڑے شاہ لاہور میں ایک جلسہ سے خطاب کریں گے۔ ۹ ستمبر کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر واقع سکندر روڈ لاہور میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد پر مشتمل وفود سے ملاقاتیں کریں گے۔ اور اسی شب چوک سردار چیل والا بلال گنج لاہور میں ایک جلسہ عام منعقد ہو گا جس کے وہ مہمان خصوصی ہوں گے۔ ۱۰ ستمبر کی صبح لاہور ہائیکورٹ بار سے خطاب کریں گے اور بعد نماز عشاء چونگی امرسدھو میں ایک جلسہ عام میں صدارتی تقریر کریں گے۔ ۱۱ ستمبر کو وہ ڈسکہ میں ایک جہلم میں شرکت کریں گے۔ اور اسی روز نماز عشاء کے بعد ڈونگا باغ سیالکوٹ میں ان کے اعزاز میں ایک بڑا جلسہ منعقد ہو گا۔ ۱۲ ستمبر کی شب قصور ریلوے اسٹیشن پر ایک بڑے جلسۂ عام سے خطاب کریں گے۔ ۱۳ ستمبر کو چوک یادگار شیخوپورہ میں ایک عوامی اجتماع منعقد ہو گا۔ ۱۴ ستمبر کو گوجرانوالہ میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کریں گے ۱۵ ستمبر کو گجرات میں نماز جمعہ پڑھائیں گے۔ اور نمازِ عشاء کے بعد منڈی بہاؤالدین میں ایک عوامی اجتماع میں ملکی صورتحال پر اظہار خیال کریں گے۔ ۱۶ ستمبر کی شب جہلم میں اور ۱۷ ستمبر کو چکوال میں عوامی جلسوں سے خطاب کریں گے۔ ۱۸ ستمبر کو راولپنڈی میں ہوں گے۔ وہاں بھی تنظیمی اجلاسوں اور عوامی جلسوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس طرح ۱۸ ستمبر کو ان کا "اپر پنجاب" کا دورہ اختتام پذیر ہو جائے گا۔ جمعیت کے مرکزی سیکریٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی، نائب صدر جنرل کے ایم اظہر، جوائنٹ سیکریٹری صاحبزادہ اکرم شاہ، مرکزی سیکریٹری اطلاعات پیر اعجاز احمد ہاشمی، آرگنائزنگ سیکریٹری خان سلیم اللہ خان، پنجاب جمعیت کے صدر پیر برکات احمد شاہ، نائب صدر صاحبزادہ سید محفوظ مشہدی، سیکریٹری جنرل اور ممبر قومی اسمبلی جنرل ایم ایچ انصاری، آرگنائزنگ سیکریٹری محمد خان لغاری، فنانس سیکریٹری حاجی جاوید اقبال اور سیکریٹری نشر و اشاعت سید شبیر احمد ہاشمی بھی مختلف مواقع پر ان کے ہمراہ ہوں گے مولانا نورانی کا یہ دورہ سیاسی حلقوں میں موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ کیونکہ عام تاثر یہ ہے کہ یہ دورہ جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے لئے تقویت کا باعث ہو گا اور کارکنوں میں نئی روح پھونک دے گا۔

بقیہ: عشرہ فاروق و عثمان رضؓ

اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام میں بڑا اہم مقام حاصل ہوا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کے بعد وہ عزت عطا فرمائی کہ آج چودہ سو سال گذرنے کے باوجود ہر سنی مسلمان کی زبان پر ان کا نام ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک انگریز نے یہ لکھا کہ اگر اسلام میں ایک اور عمرؓ ہوتا تو روئے زمین پر صرف مسلمانوں ہی کی حکومت ہوتی آپ کے دور خلافت میں مسلمانوں کی حکومت کا رقبہ چھبیس لاکھ مربع میل تھا اور اس کے باوجود امن و امان کا یہ عالم تھا کہ رات کے وقت عورت زیور پہن کر نکلتی ہے اور کیا مجال کہ کوئی آنکھ اونچی کر کے دیکھے۔ نظام مصطفےٰ ﷺ کے حاکم حضرت عمرؓ نے نظام مصطفےٰ ﷺ کا صحیح نمونہ پیش کیا۔ آج جگہ جگہ مراعات یافتہ طبقے ہیں لیکن آپ کے دور خلافت میں عوام اور حاکم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں تھا جلسے سے خطاب کرتے ہوئے خطیب پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے آسمانوں کے دو وزیر حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں۔ اور زمین کے دو وزیر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ جے۔ یو۔ پی ضلع ساڈھوکے کے کنوینر محمد اسمٰعیل کالا نے عشرہ عثمان غنیؓ و فاروق اعظمؓ کے ہر پروگرام میں عوام کی بڑی تعداد میں شرکت پر ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ صحابہ کرام کا ذکر سنا بہت بڑی سعادت ہے انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ خلفائے راشدین کے ایام سرکاری طور پر منائے جائیں اور ان دنوں عام تعطیل کا اعلان کیا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جمعیت علمائے پاکستان ضلع ساڈھوکی طرف سے یہ احسن قدم اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جمعیت علمائے پاکستان ازواج مطہرات، صحابۂ کرام، اولیائے کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین کے مقدس اور سبق آموز کارہائے نمایاں اور عظمت کو برقرار رکھنا چاہتی ہے اور مملکت خداداد پاکستان میں نظام مصطفےٰ ﷺ کا مکمل نفاذ چاہتی ہے۔ نیز جمعیت علمائے پاکستان ضلع ساڈھوکا یہ عظیم کارنامہ یقیناً عوام اور بالخصوص نوجوانوں میں اسلامی اقدار کو روشن کرانے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ آخر میں انہوں نے جمعیت علمائے پاکستان کے دوسرے ضلعی کنوینروں سے اپیل کی کہ وہ بھی اسی قسم کے ہفتہ وار، عشرہ وار یا ماہانہ پروگرام ترتیب دیں جو دین نبیؐ کی بالادستی اور خلفائے راشدین کے مقدس ایام کے تقدس کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

بقیہ: انصاری

کردار ادا کر رہا ہے۔ جنرل انصاری نے کہا کہ سندھ میں ایک خاص طبقے کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ طلباء کو کالجوں میں پڑھنے نہیں دیا جاتا۔ بے گناہ افراد کو قتل کیا جا رہا ہے ان کے کھیت اور مکان جلائے جا رہے ہیں۔ دکانیں لوٹی جا رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک سب کے ساتھ انصاف نہیں ہو گا۔ سندھ میں امن قائم نہیں ہو گا۔ جنرل انصاری نے تمام سیاسی جماعتوں اور محب وطن افراد سے اپیل کی کہ سندھ میں مختلف طبقات کے درمیان نفرت کی بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ جنرل انصاری نے صاف لفظوں میں کہا کہ سندھ کی مقامی آبادی کو دبا کر اور غیر سندھیوں کو نکال کر کوئی بات سنوائی نہیں جا سکتی۔ جنرل انصاری نے تجویز پیش کی کہ فوجیوں کو صرف ان ہی کے صوبوں میں زمینیں الاٹ کی جائیں۔ نفرت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے لیکن جن لوگوں نے زمینیں خریدی ہیں ان کا حق ہے کہ اس پر کاشت کریں۔ پیداوار بڑھائیں اور کسی کو یہ حق نہیں کہ ان کو بے دخل کرے۔ جنرل انصاری نے کہا کہ اگر عصبیت کی عینک اتار دی جائے تو سندھ میں فوری طور پر امن قائم ہو جائے گا۔ بیوروکریسی کی جانبداری کا بھی انہوں نے سختی سے نوٹس لیا اور کہا کہ یہ فضا کو خوشگوار بنانے کی بجائے انسانی جانوں سے کھیلتی ہے اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہاتی ہے۔

بقیہ:۔ بابا فقیر محمد چوراہی

... یا حبیب اللہ اسمع قالنا
... خذ یدی سہل لنا اشکالنا

ہر دم خدا را یاد کن، دل ہائے غمگین شاد کن
بیہوں صفت فریاد کن، مشغول شو در ذکر ہو
غافل کہ ذات پنہاں در وجود آدمی
ایں چنیں کافر شدن را حاجت زنار نیست

۷۔ بیعت و خلافت: آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد آپ نے اپنے مرشد کے ارشاد کردہ وظائف پر بہت ریاضت کی۔ اگرچہ بچپن ہی سے آپ کی طبیعت میں ذکر و فکر کی رغبت بہت زیادہ تھی، مگر مرشد کی توجہ سے علم و عرفان کے باطنی دروازے کھل گئے۔ چونکہ والد ماجد سے آپ کو دو شفقتیں یعنی ایک باپ اور دوسرے مرشد کی حیثیت ایک ذات حاصل ہو گئیں۔ اس لئے آپ تھوڑے عرصہ میں کامل ہو گئے۔ آخر ۲۰ سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما دیا۔ اور ساتھ سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت کی تاکید کی۔

۸۔ رشد و ہدایت: حصول خلافت کے بعد آپ نے اپنی جائے قیام پر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ لوگوں کو بعد سول اور اتباع قرآن و سنت کا درس دیتے تھے۔ آپ اپنے مریدوں کو بڑی توجہ سے تربیت کرتے آپ گاہے بگاہے دور دراز کے علاقوں کا تبلیغی دورہ کرتے۔ اس طرح بڑے بڑے عالم دین اور فضلاء آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ جو آپ کی صحبت اور نگاہ فیض سے علم و عرفان کے آفتاب بن کر چمکے۔ آپ کی ولایت کا شہرہ دور و نزدیک بہت جلد پھیل گیا۔ آپ کے آخری دم تک زائرین و طالبین آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے تھے۔

۹۔ حضرت مجدد سے والہانہ عقیدت: آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر بزرگ ہستی حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی سے والہانہ عقیدت تھی۔ آپ ہر سال ان کے سالانہ عرس مبارک پر ایک قافلہ کی صورت میں جاتے۔ اس قافلے میں آپ کے خلفاء اور مریدین بھی شامل ہوتے۔ وہاں جا کر آپ ان کے مزار اقدس پر اکثر مراقبہ کی صورت میں زیادہ وقت گزارتے۔ عرس میں شامل ہونے والے حضرات کی حسب توفیق خدمت کرتے۔

۱۰۔ خلفاء: حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے فیض یافتہ خلفائے کرام نے اس مشن کو جاری رکھا جس کی اشاعت آپ زندگی بھر فرماتے رہے۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج میں کوشاں رہے۔ محمد عادل شاہ صاحب نے "انوار چوراہی" میں آپ کے نو خلفاء کے اسمائے گرامی نقل فرمائے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت خواجہ غلام محی الدین باولی (۲) حافظ سید جماعت علی شاہ علی پوری (۳) حضرت حاجی جماعت علی شاہ لاثانی (۴) حضرت مولوی محمد حسین پسروری (۵) حضرت مولوی غلام محمد گکھوی لاہوری (۶) حضرت حافظ عبدالکریم راولپنڈی (۷) حضرت محمد حسین گجرات (۸) حضرت مولوی غلام نبی (۹) حضرت مولوی غلام یوسف (۱۰) سید اکبر شاہ (۱۱) راجہ شیر باز خان (۱۲) حافظ فتح الدین۔

۱۱۔ وصال: ۲۹ محرم الحرام، یکم جولائی ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء بروز جمعرات بوقت عصر [illegible] سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار چورہ شریف ضلع کیمبلپور میں مرجع انام ہے۔ ہر سال عرس کے موقع پر بے شمار مریدین اور معتقدین آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ مادہ تاریخ وصال "نفرد" (۱۳۱۵) ہے۔

بقیہ: جناح آف پاکستان نامی کتاب

جو حضرات اپنے پجاریوں کو ہدایت دینے اور اپنا پیغام پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور نہ تھا اس میں یہ قدرت ہے کہ اپنے پجاریوں کے مسائل زندگی کو حل کر سکے، ان میں دخل دے اور مجرموں، گنہگاروں اور مفسدوں کا ہاتھ پکڑ سکے۔ اس لئے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مجوسیوں کا مذہب چند مراسم و روایات کا نام رہ گیا تھا جنہیں مخصوص اوقات اور خاص خاص مقامات پر ادا کر لیا کرتے تھے، رہا عبادت گاہوں سے باہر اپنے گھروں اور بازاروں، دائرہ اثر اور سیاسی و اجتماعی امور میں تو اس میں یہ بالکل آزاد رہتے تھے۔ اپنی من مانی کرتے، ان کے خیالات جس رخ پر چاہتے انہیں موڑتے رہتے یا پھر جو مصلحت اور وقت کا تقاضا ہوتا اس پر کاربند ہوتے جیسا کہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں عام مشرکوں کا حال رہا ہے۔

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر صفحہ ۵ از سید ابوالحسن علی ندوی)

مورخہ یکم ستمبر ۱۹۸۹ء کے انگریزی روزنامہ "ڈان" میں شائع شدہ ایرانی النسل پارسی اردشیر کاؤس جی کے آرٹیکل "ہپ ہپ ہرا" کے ذریعہ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس امریکی مصنف کو ذوالفقار علی بھٹو کی سوانح حیات لکھنے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں "جناح آف پاکستان" کی اشاعت کی اجازت اسی سلسلہ کی کڑی ہو۔ اس کام کے لئے "اجازت" بطور قیمت دی گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ ایک سوانح حیات لکھوانے کے عوض بابائے قوم کی عزت کو داؤ پر لگا دیا گیا۔ حکمرانوں کو جان لینا چاہئے کہ قوم قائداعظم محمد علی جناح کو بحیثیت نجات دہندہ بے حد احترام کی نظر سے دیکھتی ہے۔ انہیں اپنا محسن عظیم سمجھتی ہے۔ وہ کسی کو بھی ان کی ناموس سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے گی۔

کاؤس جی نے اپنے آرٹیکل میں جو زبان استعمال کی ہے وہ صحافتی آداب کے معیار پر پورا نہیں اترتی۔ متنازع پیراگراف کو حذف کرنے کے مطالبہ کو انہوں نے تنگ نظری اور احمقانہ فعل قرار دیا ہے۔ جبکہ اسی مصنف کی دوسری کتاب جو کہ بھارت میں ستائیس سال سے ممنوع ہے کے بارے میں صرف اتنا لکھا کہ یہ کتاب اور اس پر بننے والی فلم بھارت میں ۱۹۶۲ء سے ممنوع ہے۔ کاؤس جی کی تحریر خود تنگ نظری اور جانبداری پر مبنی ہے۔ ایسا کرتے ہوئے انہیں پاکستانیوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے اور مسلم قوم کی رواداری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے۔

آخر میں ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا کتاب کے متنازع پیراگراف حذف کئے بغیر اشاعت کی اجازت نہ دی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کل کو کوئی کہے سے

حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

بقیہ:۔ پیر مظہر الحق

کی ایف آئی آر درج کرائی تھی جنہیں یونیورسٹی میں شہید کر دیا گیا تھا اس کا نام کراچی یونیورسٹی سے خارج کر دیا گیا۔ اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ الزام لگایا گیا ہے تو پھر پی ایس ایف کے بچے کے خلاف ایسا ایکشن کیوں ہوتا۔ پی ایس ایف کے لڑکوں کو گرفتار کیا گیا۔ ان کے کراچی ڈویژن کے صدر کو گرفتار کیا گیا گو آگے چل کر ان کے خلاف الزامات درست ثابت نہ ہو سکے اب یہ کورٹ فیصلہ کریگی کہ کہاں تک درست ہے اور کہاں تک غلط بہرحال پی ایس ایف کے کارکن الٹا ہم پر الزام لگا رہے ہیں کہ چونکہ ہمارا تعلق حکمران جماعت سے ہے اس لئے ہمیں گرفتار کیا گیا۔ یعنی الٹا پی ایس ایف الزام لگا رہی ہے کہ ہمارے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے

تقریب کی نوعیت پر منحصر نہیں۔ کوئی موقع ہو، کیسی ہی محفل ہو،
ضیافت اور مہمان نوازی کے لیے رُوح افزا پیش پیش۔

فرحت، تازگی اور توانائی کے لیے بے مثال
رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر اور معیار میں لازوال۔

خدمتِ خلق رُوحِ اخلاق ہے

ADARTS HMD-6/87